السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

فی ردوحدۃ الوجود

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

-وقال رحمہ اللہ تعالی فی جواب سوال وردعلیہ فی وحدۃ الوجودوغیرہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم -الحمدللہ اعلم ان جواب ہذا السوال لابدفیہ اولامن معرفۃ حقیقۃ التوحید فاقول قال الحافظ ابن حجرفی فتح الباری شرح صحیح البخاری فی کتاب التوحید قال الجنید فیما حکاہ ابوالقاسم التیمی فی کتاب الحجۃ التوحید مصدر وحد یوحد ومعنی وحدت اللہ اعتقدتہ منفرد ابذاتہ وصفاتہ لانظیرلہ ولاشبیہ وقیل معنی وجدتہ علمتہ واحدا وقیل سلبت عنہ الکیفیۃ والکمیۃ فہوواحدفی ذاتہ لاانقسام لہ وفی صفاتہ لاشبیہ لہ وفی الہیتہ وملکہ وتدبیرہ لاشریک لہ ولارب سواہ ولاخالق غیرہ انتہی-اردو مصنفؒ نے سائل کے وحدت الوجودوغیرہ کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا اللہ تعالی جوکہ بڑامہربان نہایت رحم کرنے والا ہے، کے نام سے شروع کرتا ہوں سب حمد یں اللہ کےلئے ہیں، جانوکہ اس سوال کے جواب میں سب سے پہلی توحید کی حقیقت کو پہچان لینا ضروری ہے حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح البخاری کے کتاب التوحید میں فرماتے ہیں کہ ابوالقاسم تیمی جنید کا قول کتاب الحجتہ میں نقل کرتے ہیں، التوحید، یہ باب تفصیل کا مصدر ہے اور وحدت اللہ کا معنی ہے میں نے اللہ کے ذات وصفات میں یکتا وبیمثل وبے نظیر ہونیکا اعتقاد رکھا گیا ہے اس کا معنی میں نے اسے یکتا پایا اور جانا ہے اور کہا گیا (اس کا معنی ہے) کہ میں نے اس سے کیفیت وکمیت کو دور کردیا پس وہ اپنی ذات میں ایک ہے اس کی تقسیم نہیں ہے وہ صفات میں بے مثل ہے اور اس کی بیبت بادشاہی اور تدبیر میں اس کا کوئی شریک نہیں اس کے بغیر نہ کوئی پروردگار اور نہ ہی کوئی خالق ہے

وقال الحافظ ابن حجرفی باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ الی توحید اللہ تعالی المراد بتوحید اللہ تعالی بانہ الہ واحد وہذا الذی یسمیہ بعض غلاۃ الصوفیۃ توحید العامۃ وقد ادعی طائفتان فی تفسیر التوحید امرین اخترعوہما احدہما تفسیر المعتزلۃ وقد سمی المعتزلۃ انفسہم اہل العدل والتوحید وعنوابالتوحید مااعتقدوہ من نفی الصفات الالہیۃ لاعتقادہم ان اتباتہا یستلزم التشبیہ ومن شبہ اللہ تعالی بخلقہ اشرک وہم فی النفی موافقون للجہمیۃ-

ثانیہما غلاۃ الصوفیۃ فان اکابرہم لما تکلموافی مسالۃ المحووالفناء وکان مرادہم بذلک المبالغۃ فی الرضاوالتسلیم وتفویض الامربالغ بعضہم حتی ضاہی المرجۃفی نفی نسبۃ الفعل الی العبدوجدذلک بعضہم الی معذرۃ العصاۃ ثم غلابعضہم فعذرالکفار ثم غلابعضہم فزعم ان المرادبالتوحید اعتقادوحدۃ الوجودو عظم الخطب حتی ساء ظن کثیر من اہل العلم بمتقدمیہم وحاشاہم من ذلک وقدقدمت کلام شیخ الطائفۃ الجنید وہوفی غایۃ الحسن والایجازوقدردعلیہ بعض من قال بالوحدۃ المطلقۃ فقال وہل من غیرولہم فی ذلک کلام طویل ینبواعنہ سمع کل من کان علی فطرۃ الاسلام واللہ المستعان انتہی-

نمبر ۱: ۔ اور حافظ ابن حجر رسولؐ اللہ کی امت کو توحید کی دعوت دینے کے باب میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالی کی توحید سے مراد یہ ہے کہ وہ یکتا معبود ہے اسی کو بعض متشدد صوفی عام توحید کا نام دیتے ہیں توحید کی تفسیر میں دوگروہوں نے دونئے امروں کو ایجاد کیا ہے ان سے پہلی تفسیر معتزلہ کی ہے اور معتزلہ نے اپنا نام اہل العدل والتوحید وانصاف وتوحید والے۔ رکھا ہے اور وہ توحید سے مرادلیتے ہیں کہ خدا تعالی کی صفات نہیں ہیں، کیونکہ ان کا اعتقاد ہے کہ ان کے ثابت کرنے سے تشبیہ لازم آتی ہے اور جس نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اس نے شرک کیا یہ صفات کی نفی کرنے میں جھمیہ فرقہ کے موافق ہیں، دوسرا گروہ متشدد صوفیوں کا ہے، کیونکہ جب ان کے اکابر نے اپنے نفس کو ختم اور مٹادینے میں کلام کیا ان کی مراد اس سے خدا تعالی کی رضا اپنے نفس کو اس کی طرف سونپ دینے اور تمام امور کو خدا تعالی کی طرف منسوب کرنے میں مبالغہ تھی، بعض نے اتنا مبالغہ کیا کہ وہ کام کو انسان کی طرف منسوب کرتے ہیں، مرجئہ کے مشابہ ہوگئے اور جن کو مبالغہ نے گنہگاروں کو معذور خیال کرنے تک پہنچادیا، پھر بعض نے تواتنا غلو کیا، کہ کافروں کو بھی معذور قراردے دیا اور بعض نے اس قدر زیادتی سے کام لیا کہ انہوں نے خیال کیا، کہ توحید سے مراد وحدت الوجود کا اعتقاد ہے اس مسئلہ میں کلام بہت ہوئی حتی کہ بہت سے اہل علم کا اپنے متقدمین کے متعلق براظن ہوگیا حالانکہ وہ تواس سے بالکل پاک ہیں میں نے صوفیوں کے گروہ کے شیخ جنید کا قول ذکر کردیا ہے وہ نہایت ہی اچھا اور مختصر ہے جولوگ وحدت الوجود کے قائل ہیں اس میں سے بعض نے ان کی تردید کی ہے اور کہا ہے کیا اس توحید کی اور تعریف نہیں ہے (یعنی ہے اور ان کا کلام اس مسئلہ میں بہت طویل ہے ہر مسلمان کے کان اس کے سننے سے پھٹ جائیں گے، خدا ہی مددگار ہے: ۔

وقال اللہ تعالی الحمدللہ رب العالمین قد قال اللہ تعالی ان کل من فی السموت والارض الاآتی الرحمن عبدافالعالم ناطقہ وجمادہ وعلوہ وسفلہ ورفیعہ ووضیعہ کلہ حادث ومخلوق للہ وکلام السائل کلہ جہل قبیح وکفر صریح فان فیہ قسمین من الکفر فالاول کفر مطلق وہی الکلمات الکفریۃ الصریحۃ والثانی الکفر المقید وہی القول بوحدۃ الوجود ومعناہا عندجہال الصونیۃ المتزندقۃ ان اللہ عین کل موجود تعالی اللہ عما یقول الظالمون علواکبیرااذکیف یکون الحادث عین القدیم قال العلامۃ الشیبانی من ائمۃ الحنابلۃ المتقدمین فی منظومتہ فی وصف اللہ تعالی ہوالاول المبدی بغیر ہدایۃ واخرما یبقی مقیما مویدا سمیع بصیر عالم متکلم قدیر یعیدالعالمین کما بدااذالکون مخلوق وربی خالق-لقدکان قبل الکون رباوسیدا-وقال العلامۃ بن رسلان من ائمۃ الشافعیۃ فی منظومتہ فی العقائد-فاقطع یقینا بالفوادواحزم-بحدث العالم بعدالعدم احدثہ لالاحتیاجہ الالہ-ولوارادترکہ لما ابتداہ-فہولما یریدہ فعال-ولیس فی الخلق لہ مثال-قدرتہ لکل مقدور جعل-وعلمہ لکل معلوم شمل منفردبالخلق والتدبیر-جل عن الشبیہ والنظیر-حی موید قادر علام لہ البقاء السمع والکلام-کلامہ کوصفہ القدیم-لم یحدث المسموع للکلیم-

ارشاد آلہی ہے، سب تعریفیں جہانوں کے پروردگار ہی کےلئے ہیں نیز فرمان خدا ہے زمین وآسمان میں جوکچھ بھی ہے اسی رحمن کا مطیع وغلام ہوکر آئیگا، پس جہاں کی ہرایک چیز بولنے والی، جامد، بلند، پست، معزز اور ذلیل حادث (نوپیدا) ہے اور اللہ کی پیدا کردہ ہے سائل کا کلام سارے کا سارا یعنی وحدت الوجود کا عقیدہ رکھنا، قبیح جہالت اور کفر بواح پر مشتمل ہے کیونکہ اس عقیدہ میں کفر کی دوقسمیں ہیں، پہلی کفر مطلق، صریح کلمات کفر والے کفریہ کانام ہے، دسری: ۔ کفر مقید وحدت کا عقیدہ رکھنا، وحدت الوجود کا معنی، ملحد وجاہل صوفیوں کے نزدیک ہے کہ اللہ تعالی ہر موجود چیز کی ذات ہے، خدا تعالی ان ظالموں کے قول سے بہت بلند ہے (سوچو توسہی) کہ حادث قدیم چیز کا

عین وذات کیسے ہوسکتا ہے، متقدمین حنبلیوں سے علامہ شیبانی نے اپنی نظم میں اللہ تعالی کی صفت بیان کی ہے، پہلا ایجاد کرنے والا (عالم کا) ہے بغیر کسی کی راہنمائی کے اور وہی مہربانی سے آخر ہمیشہ کے لئے مقیم ہے (۲) وہ سننے والا۔ دیکھنے والا۔ عالم اور کلام کرنے والا ہے، قادر ہے جیسے جہاں کو ایجاد کیا ایسے ہی دوبارہ لوٹائے گا (بعث بعد الموت پر قادر ہے) (۳) کیونکہ ہر موجود چیز مخلوق ہے، اور میرا پروردگار خالق ہے وہ تو موجود کے وجود سے بھی قبل پروردگار و آقا تھا۔ ۔ اور شافعیہ کے امام علامہ ابن رسلان اپنی عقائد والی نظم میں فرماتے ہیں، (۱) جہاں کے نہ ہونے کے بعد پیدا ہونے کے متعلق اپنے دل میں قطعی یقین اور پختگی کرے (۲) خدا تعالی نے اسے اپنی ضرورت کے لئے نہیں پیدا کیا اور اگر خدا تعالی اس حادث کے ترک کا ارادہ کرلیتے تو اس کی ابتداء تک نہ ہوتی، (۳) وہ جو چاہے کرنے والا ہے مخلوق میں اس کی مثال نہیں پائی جاتی (۴) اس کی قدرت نے ہر چیز کو بنایا اور اس کا علم معلوم پر حاوی و محیط ہے (۵) وہ پیدا کرنے والا اور تدبیر میں یکتا ہے، اور مثیل و نظیر سے بلند و برتر ہے (۶) وہ زندہ مدد کرنے والا قدرت رکھنے والا ہے اسی ہی کے لئے ہے باقی دینا اور سننا اور کلام کرنا۔ (۷) اس کا کلام اس کی صفت کی طرح قدیم ہے سنی گئی بات متکلم کو حادث نہیں بنادیا کرتی : ۔ (نور العین فتاوی شیخ حسین) قال العلامنا عبدالروف المنادی فی شرحہ علیھا والعالم بفتح اللامہ واصلہ ما یعلم بہ کالخاتم والغالب غلب علیہ فیما یعلم بہ الصانع وھوماسوی ذاتہ سبحانہ وتعالی وصفاتہ من الجواہر والاغراض سمی بہ لانہ علم علی وجود الصانع بعد العدم ای بعد ان لم یکن لانہ اما اعیان او اعراض لانہ ان قام بذاتہ فعین والانعرض وکل منھما حادث اما الاعراض فبعضھا یالمشاہدۃ کالحرکۃ بعد السکون والضوء بعد الظلمۃ وبعضھا بالدلیل وھو طرد العدم کما فی اضدادذلک لان القدم ینافی العدم واما الاعیان فلانھا لا تحلو عن الحوادث وان مالا یخلو عن الحوادث حادث فثبت ان العالم حادث وکل حادث من الممکنات لابدلہ من محدث اوجدہ من العدم اذا متناع ترجح احد طرفی الممکن بلا مرجح ضروری وذلک المحدث ھواللہ سبحانہ ای الذات الواجب الوجود اذلو کان غیرہ

علامہ عبدالرروف منادی اسپر شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں العالم لام کے فتح کے ساتھ اسکا اصل معنی یہ ہے، کہ وہ چیز جس سے کوئی دوسری معلوم ہو (یعنی معلوم کرانے کا آلہ ہو) جیسے خاتم ختم کا آلہ ہے اور عام طور پر اس کا غلبہ ہوگیا اس چیز پر جس سے کاریگر (اللہ تعالی) کا پتہ چلے اور عالم خدا کے علاوہ ہر ایک چیز ہے اور اسکی صفات بھی خواہ وہ قائم بالذات ہوں یا قائم بالغیر ہوں اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کیونکہ یہ خدا کے وجود پر نشانی ہیں وہ خدا جس نے ان کو عدم سے وجود میں کیا کیوں کے یا تو یہ جوہر ہوں گی یا عرض اگر قائم بالذات ہیں تو عین ورنہ عرض اور جوہر وعرض دونوں حادث ہیں بعض عرضی اشیاء تو مشاہدہ سے حادث ہیں جیسے کہ حرکت، سکون کے بعد، روشنی اندھیرے کے بعد، اور بعض دلیل ان پر عدم کا طاری ہونا ہے جیسے کہ گزشتہ مثالوں کے عکس میں ہے (حرکت کے بعد چیز کا ساکن ہوجانا، پہلے حرکت موجود تھی اب معدوم ہوگئی الخ) کیونکہ قدیم ہونا عدم کے مخالف ہے تو ثابت ہوگیا کہ عالم حادث ہے اور ممکنات میں سے ہر ایک حادث کے لئے پیدا کرنیوالا ہونا ضروری ہے جو اسے عدم سے وجود میں لایا کیونکہ ممکن کی دونوں طرفوں (عدم ووجود) میں سے ایک کو ترجیح بلا مرجح لازما ممتنع ہے اور وہ پیدا کرنے والا واجب الوجود اللہ تعالی ہے

یلزم کونہ من جملۃ العالم وما ہومن جملتہ لایصلح محدثا ما عرفت من انہ بجمیع اجزائہ محدثا لکلہ للزم کونہ محدثا لنفسہ ایضا فاستھنا انہ لابد للممکنات من واجب وللمحدثات من قدیم قطعا الدور والتسلسل فقد شاع فی الکتاب الالھی الامر شاد الی الاسدلال بالافاق وبالانفس ذواتھا وصفاتھا حدوثھا وامکانھا سنریھم ایاتنا فی الافاق وفی انفسھم والاستکثار من ذلک ربما یفنھی الی الیقین ولقد احس بعضھم حیث قال الحق موجود باتقناء ذاتہ ووجودہ وھو واجب الوجود والعالم دلیل علیہ وھو مدلولہ والدلیل علی نوعین العالم الاکبر وھو ہیأۃ صورۃ السموات العلی والمکرت الاعلی الی ماتحت الثری والعالم الاصغر وھوانواع العالم الکلیۃ وھوالصورۃ الانسانیۃ وھی اول علیہ من جمیع الدلائل القاطعۃ والایات الناطقۃ الی ان قال فذاتنا دلیل علی ذاتہ وصفاتنا دلیل علی صفاتہ انتھی۔

کیونکہ اگر اس کے بغیر کوئی اور ہو تو لازمی طور پر وہ بھی منجملہ عالم ہوگا اور آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جو چیز وعالم ہے وہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی کیونکہ وہ چیز اپنے تمام اجزاء کے اعتبار سے محدث وممکن ہے پس اگر اسکے بعض اجزاء محدث ہیں اسکے کل کے لئے (عالم کے لئے، تو لازما وہ اپنے نفس کا بھی پیدا کرنیوالا ہوگا اور اس صورت میں دور اور تسلسل لازم آتا ہے کیونکہ قطعی طور پر ممکنات کے لئے واجب اور محدثات کے لئے قدیم ہونا ضروری ہے ۔ اور کتاب اللہ میں آفاق نفوس اور ان کی صفات حدوث اور امکان سے خدا تعالی پر استدلال کیطرف بہت راہنمائی کی ہے (ارشاد باری ہے) عنقریب ہم ان لوگوں کے نفسوں اور آفاق میں دکھائیں گے اور استدلال زیادہ کرنا انسان کو یقین تک پہنچا دیتا ہے اور تحقیق بعض لوگ نے اس چیز کو پا بھی لیا ہے بعض نے کہا ہے اللہ تعالی اپنے وجود اور ذات کے تقاضا سے موجود ہے اور وہ واجب الوجود ہے اور یہ عالم اس پر دلیل دیتے ہیں اور خدا تعالی مدلول ہے اور دال کی دو اقسام ہیں نمبر ۱ عالم کبیر۔ بلند آسمانوں کی شکل اور ملکوتی جانب سے لیکر نیچے کی انتہاء تک کو کہتے ہیں۔

نمبر ۲ عالم صغیر۔ یہ تمام جہانوں سے عمدہ ہے اور یہ صورت انسانی کا نام ہے اور یہ تمام قطعی دلائل اور آیات ناطقہ سے خدا تعالی کی ذات پر زیادہ دلالت کرتا ہے اسی لئے تو بعض نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ ہمارا وجود خدا کے وجود کی دلیل ہے اور ہماری صفات اس کی صفات پر دال ہے۔

فاذا کان العالم کلہ محدثا فکیف یکون عین الحق سبحانہ وتعالی کما زعمہ غلاۃ الصوفیۃ ومعنی وحدۃ الوجود ان العالم لیس موجودا ثانیا مستقلا بنفسبل باحداث اللہ تعالی لہ وایجادہ فکیف یکون عین الحق قال الشیخ العلامۃ ابراہیم بن حسن الکورانی الکردی المدنی فی کتابہ قصد لسبیل فی بحث الواجب والیس معنی وحدۃ الوجود ان العالم عین الحق حتی یتوہم من مقالات المحققین انھم خرجوا عن دائرۃ الشرع وانما الرادان العالم لیس موجودا ثانیا مستقلا کما تقرر انتھی۔ والحاصل ان الکلام المذکور فی السوال کلام قبیح وکفر صریح فان لم یکن ہذا کفر فلیس فی الدنیا کفر فان القول بان ماسوی اللہ سبحانہ ہو عین اللہ ہو قول یردہ کل ذی عقل سلیم ودین مستقیم واللہ سبحانہ وتعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم وہو حسبنا ونعم الوکیل نعم المولی ونعم الکفیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واخردعونا ان الحمد للہ رب العلمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ وسلم تسلیما کثیرا۔

جب تمام عالم محدث ہوا تو یہ خدا تعالی کا عین کیسے ہوسکتا ہے جیسے کہ بعض سرکش صوفیوں کا خیال ہے اور معنی وحدت الوجود کا یہ ہے کہ عالم مستقل بنفسہ ایک دوسرا موجود نہیں بلکہ خدا تعالی کے پیدا اور اختراع کے ساتھ ہے تو پھر عالم خدا کا عین کیسے ٹھہرا علامہ ابرہیم بن حسن کورانی وکردی اور مدنی اپنی کتاب قصد السبیل کی بحث الواجب میں فرماتے ہیں کہ معنی وحدث الوجود کا خدا تعالی کا عین نہیں ہے یہ معنی تسلیم کریں تو بہت سے محققین کی کلاموں سے ان کے شریعت کے دائرہ سے خارج ہونیکا وہم پڑتا ہے تحقیق مراد اس سے یہ ہے کہ عالم کوئی دوسرا مستقل موجود نہیں ہے (جیسے اللہ مستقل موجود ہے) جیسے پہلے ثابت ہوچکا ہے، تو نتیجہ یہ نکلا کہ سوال میں مذکور عقیدہ رکھنا، بہت ہی قبیح اور کفر صریح ہے اگر یہ کفر نہیں تو دنیا میں کفر کی کوئی اور صورت نہیں ہے کیونکہ خدا کے ماسوا کو خدا کا عین کہنا اس کی ہر ایک عقل سلیم والا تردید کرے گا اور دین مستقیم، اور اللہ تعالی ہم سے زیادہ عالم ہے اس کا علم کامل ومحکم ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز بہترین مددگار اور بہترین ضامن ہے اور گناہ سے پھرنا اور نیکی کی قوت اسی خدائے بلند و برتر کی مدد سے ہوگی، ہماری آخری پکار ہے کہ تمام حمدیں جہانوں کے پروردگار کے لئے ہیں خدا تعالی مخلوق سے بہترین محمد رسول اللہ ﷺ ان کی ال اور ساتھیوں پر بہت بہت رحمت وسلامتی کرے منصف کی دعا ہے کہ اللہ ان کو اور تمام مسلمانوں کو خدا اور رسول کے علوم سے فائدہ عطا کرے

جہان کو بتانا کہ اللہ تعالی ظالم نہیں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین ولاعدوان الا علی الظلمین اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ الملک الحق المبین واشھد ان سیدنا محمد عبدہ ورسولہ الصادق الامین وعلی الہ وصحابہ اجمعین وعلی التابعین لھم باحسان الی یوم الدین، وبعد فانہ وقع من بعض المعاصرین عفا اللہ عنھم موافقۃ المعتزلۃ الضالین القول بان اللہ سبحانہ وتعالی لوعذب عبادہ المطیعین فربنا وانعم علی العابین والکافرین ایضا فرضا لکان ذلک منہ ظلما تعالی اللہ عزوجل عن ذلک وعما یقول الظالمون علوا کبیرا فانہ سبحانہ وتعالی مالک الامر وکل العالمین ملک یدہ وتحت قھرہ بفعل فیھم مایشاء لایسال عما یفعل وھم یسالون ویفعل مایشاء یعذب من یشاء ویرحم من یشاء والیہ تقباون ویرحم من یشاء ویعذب من یشاء وھو علی کل شی قدیر۔

اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کرتا ہوں، سب تعریفیں پروردگارجہان کےلئے ہیں اور آخرت پرہیزگاروں کےلئے ہے اور زیادتی صرف ظالموں پر ہی ہوگی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے وحدہ لاشریک کے بغیر کوئی معبود نہیں ہے حقیقی وروشن بادشاہی اسی کےلئے ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے سچے اور امین رسول ہیں خدا ان پر ان کی آل پر تمام صحابہؓ پر اور ان لوگوں پر جو ان کی اتباع کرنے والے ہیں (نیکی کے ساتھ) تاقیامت رحمتیں نازل فرمائے، حمد وصلوۃ کے بعد عرض ہو کہ بعض معاصرین نے اپنے اقوال میں معتزلہ (گمراہ فرقہ) کی موافقت کی ہے کہ اگر بالفرض اللہ تعالی اپنے تابعدار بندوں کو عذاد دے یہ گنہگاروں پر انعام کرے اور بالفرض کافروں پر بھی تو یہ اللہ تعالی کی طرف سے ظلم ہوگا، اللہ تعالی ان کے قول اور ظالموں کے اقوال اسے بہت بلند وبرتر ہے کیونکہ اللہ سبحانہ، صاحب الحکم ہے سارے جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ کے تحت ہیں جو چاہے کرے اس سے کئے ہونے کا سوال نہیں ہوگا ان بندوں سے ہوگا جو چاہے کرے جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے رحم کرے اور لوگ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے اور جس پر چاہے رحم کرے اور جس کو چاہے عذاب اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

فالبحث فی ہذہ المسالۃ ونسبہ الظلم فیہا انی رب العالمین مما لایلیق بالمومن الصادق فی ایمانہ لانہ بذلک یوقع فی قلوب الغوام الجہال مالایلیق نسبۃ الی رب العالمین ولاشک ان القائل بذلک ماقدر اللہ حق قدرہ وما تکاد السموت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ہذا عاذنا اللہ من ذلک وجمیع اخواننا المومنین ورزقنا التسلیم نقا قالہ اللہ عزوجل فی کتابہ الکریم وبما قالتہ رسلہ المکرمین والقیام لہ بما یحب علینا من التسلیم نانہ بیدہ ملکوت کل شی وکل العالمین ملک یدہ وتحت قہرہ وہو علی کل شی قدیر-وقد اتفق علماء الاصول والعقائد واہل السنۃ المحققون علی اسحالۃ وسفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کما اخبر بہ عن نفسہ بقولہ تعالی ولایظلم ربک احدا ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لایظلم الناس شیا قال الامام السبکی فی کتابہ المسمی جمع الجوامع فی لاصول مع شرحہ العلامۃ الخطیب الشرینی الشافعی رحمہم اللہ تعالی اجمعین-

اس مسئلہ میں بحث کرنا، اور ظلم کی نسبت خدا تعالی کی طرف کرنا ایک سچے مومن کیلئے تولائق نہیں کیونکہ اس کی وجہ سے عام جاہلوں کے دلوں میں وہ اوہام پڑتے ہیں جن کی نسبت پروردگار علم کی طر کرنا حرام ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اس کے معتقد نے خدا تعالی کی حقیقی قدر نہیں کی اور یہ اعتقاد تو اس قسم کا ہے کہ اس سے آسمانوں کے ٹوٹنے زمین کے پھٹنے اور پہاڑوں کے گر کر ریزہ ریزہ ہوجائینگا اندیشہ ہے خدا تعالی ہمیں اور ہمارے مومن بھائیوں کو اس سے بچائے اور خدا تعالی اپنے قرآن کریم اور معزز رسولوں کے فرامین پر عمل پیرا ہو نیکی توفیق عطا فرمائے کیونکہ ہم پر مان لینا لازم ہے کیونکہ ہر چیز پر تسلط وغلبہ خدا تعالی ہی کا ہے اور تمام جہان اس کے قبضہ قدرت اور غلبہ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، تمام علمائے اصول وعقائد اور محققین اہل سنت کا اسپر اتفاق ہے کہ خدا تعالی کا ظلم کی صفت سے متعرف ہونا ممتنع ہے۔ جیسے خدا تعالی نے خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا بیشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا تحقیق اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا امام سبکی اپنی جمع الجوامع فی الاصول میں فرماتے ہیں (جسکی شرح علامہ خطیب شرینی شافعی نے کی ہے

خدا ان پر رحم کرے۔

واعلم انہ یکون ای یوجد ما ارادہ اللہ وجودہ فارادتہ تعالی تابعۃ لعلمہ ہذا مذہب اہل الحق وعند المعتزلۃ الارادۃ تابعۃ للامر فقالوا ان اللہ یرید ما امر بہ من خیر آوطاعۃ سواء وقع ذلک املا ولایرید ما نہی عنہ من شر اومعصیۃ سواء وقع ذالک ام لا وتظہر فائدۃ الخلاف فی ایمان ابی جہل فعند اہل السنۃ ایمانہ ماموربہ ولیس مرادالہ تعالی لقولہ تعالی ولوشئنا لاتینا کل نفس ہداہا وکفرہ سنہی عنہ ومرادلہ تعالی لقولہ تعالی یرید اللہ ان لایجعل لہم حظا فی الاخرۃ وعند المعتزلۃ بالعکس انتہی-وفیہ ایضا مع شرحہ المذکور ویثیب اللہ الطایع فضلا منہ کما قالہ اہل السنۃ لاوجوبا کما قالہ المعتزلۃ بل لہ سبحانہ وتعالی اثابۃ العاصی وتعذیب المطیع لانہم سلکہ یصرف فیہم کیف یشاء لکنہ لایفعل ذلک لاخبارہ عزوجل باثابۃ المطیع وتعذیب العاصی انتہی-

اوریقین کرو کہ جس چیز کے وجود کو خدا چاہے وہ ہوجاتی ہے پس خدا کا رادہ اسکے علم کے تابع ہے یہ تومذہب ہے اہل حق کا اور معتزلہ کے ہاں اللہ تعالی کا ارادہ اس کے حکم کا تابع وخادم ہے تو وہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالی جس بھلائی اور اطاعت کا حکم دیتا ہے اسکا ارادہ کرتا ہے خواہ وہ بھلائی وغیرہ واقع ہویا نہ ہو اور اللہ تعالی نے جس برائی اور معصیت سے روکا ہے اسکا وہ ارادہ ہی نہیں کرتا خواہ برائی واقعہ ہویا نہ ہو اور اختلاف کا ثمرہ ابوجہل کے ایمان کی بحث میں حاصل ہوتا ہے اہل سنت کے ہاں اسے ایمان کا حکم دیا گیا ہے لیکن اللہ تعالی کا یہ مقصد ومطلوب نہیں ہے کیونکہ ارشاد الہی ہے اور اگر ہم ہر نفس کی ہدایت کو چاہیں تو ضرور اسے ہدایت کردیتے اور اللہ تعالی نے ابوجہل کو کفر سے روکا ہے اور یہ اللہ کی مراد ہے کیونکہ اللہ کا فرمان ہے اللہ ارادہ کرتا ہے کہ ان کافروں کےلئے آخرت میں کوئی حصہ بھلائی کا نہ کرے اور معتزلہ کا مسلک اس کے بالکل برعکس ہے، اور اس سبکی کی مذکورہ کتاب اور اس کی شرح میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالی مطیع کو ثواب دیگا اپنے فضل وکرم کے لحاظ سے اس پر ثواب دینا لازم نہیں جیسے معتزلہ کہتے ہیں بلکہ اللہ تعالی اگر نافرمان کو ثواب اور تابعدار کو عذاب دے تو دے سکتا ہے کیونکہ یہ تمام اسی کے ملک میں ہیں جیسے چاہے ان میں تصرف کرے لیکن اللہ تعالی ایسے کریں گے نہیں کیونکہ انہوں نے خود مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دینے کی اطلاع فرمائی ہے،

وفیہ ایضا مع شرحہ المذکور ویستحیل علیہ سبحانہ وتعالی صفۃ الظلم لانہ مالک الامر علی الاطلاق یفعل مایشاء وقد قال تعالی ولایظلم ربک احدا وقال تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ان اللہ لایظلم الناس شیا وما ربک بظلام للعبید انتہی-

وقال شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالی فی منہاج السنۃ فی الجلد الاول فی صفحۃ مائۃ وتسعۃ وعشرین بعد کلام طویل ولکن لوقدر ان اللہ ان عذب من یشاء لم یکن لاحد منعہ کما قال تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان اراد ان یہلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا وفی الحدیث الذی رواہ ابوداود وغیرہ ان اللہ لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمۃ خیر لہم من اعمالہم قال والمتحقیق انہ اذا قدر انہ یفعل ذلک فلا یفعلہ الا بحق وہو غیر ظالم انتہی المقصود وقال تلمید المحقق ابن القیم فی کتابہ المسنی بالتبیان فی اقسام القران فی صفحۃ تسعۃ وعشرین-

اور اس مذکورہ کتاب اور اس کی شرح میں ہے کہ اللہ ظلم سے منصف ہونا ممتنع ہے کیونکہ وہ ہر ایک امر کا مالک ہے مطلقا جو چاہے کرے فرمایا اللہ تعالی نے تیرا رب کسی پر بھی ظلم نہیں کرتا نیز فرمایا خداوند کریم نے بیشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرے گا اور تحقیق اللہ تعالی نے فرمایا بیشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور اے (محمد ﷺ) تیرا پروردگار بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج اسنتہ ص ۱۲۹ ج ۱ میں کلام طویل کے بعد فرماتے ہیں اور لیکن اگر بالفرض اگر اللہ تعالی عذاب دے جن کو چاہے تو کسی کو روکنے کی طاقت نہیں جیسے خود اللہ تعالی فرماتے ہیں کون اللہ کے عذاب سے بچانے کا مالک ہے اگر وہ عیسی بن مریم ان کی والدہ اور تمام اہل زمین کو ہلاک کردے اور اس حدیث میں ہے (جسے امام ابوداود اور اسکے غیر نے روایت کیا ہے) بیشک اللہ تعالی اگر آسمانوں اور دنیا والوں کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا اور اگر ان تمام پر رحم کر تو اسکی رحمت ان کے اعمال سے ان کےلئے زیادہ فائدہ مند ہوگی امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں تحقیق یہ ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ اللہ تعالی یہ کام کرے پھر وہ حق کی وجہ سے کرے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ختم شد اس کا مقصد امام ابن تیمیہ کے شاگرد رشید محقق ابن قیم اپنی کتاب البیان فی اقسام القران ص ۲۹ میں فرماتے ہیں،

وقد قال اعلم الخلق باللہ عزوجل صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لن یدخل احد منکم بعلمہ الجنۃ قالوا ولا انت یارسول اللہ قال ولا انا الا ان یتغمدنی فی اللہ برحمۃ منہ وفضل فاخبر ان دخول الجنۃ برحمۃ اللہ وفضلہ وذلک محض سنتہ علیہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وعلی سائر عبادہ وکما انہ سبحانہ وتعالی المان بارسال رسلہ وبالتوفیق لطاعتہ وبالاعانۃ علیہا فہو المان باعطاء الجزاء وذلک کلہ محض منتہ وجودہ لاحق لاحد علیہ بحث اذا وفاہ ایاہ لم یکن لہ علیہ منۃ فان کان فی الدنیا بار عدل فہذا منہ فان قیل کیف تقولون ہذا وقد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بان حق العباد علی اللہ اذا وحدوہ ان لایعذبہم وقد اخبر سبحانہ وتعالی وکان حقا علینا نصر المومنین وہذا من اعظم سنتہ علی عبادہ ان جعل علی نفسہ حقا بحکم وعدہ الصادق ان لایعذبہم اذا عبدوہ ووقدوۃ فہذا من تمام منتہ فانہ لوعذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم

تحقیق فرمایا ہے تمام دنیا سے اللہ کو زیادہ جاننے والے (محمد ﷺ) نے، اے صحابہؓ تم سے ایک بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا انہوں نے سوال کیا یارسول اللہ آپؐ بھی نہیں داخل ہوں گے فرمایا نہ میں ہاں اگر اللہ تعالی کی رحمت اور اسکا فضل شامل حال ہوگیا (تو داخل ہوجاونگا) پس رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ دخول جنت اللہ کے فضل ورحمت سے ہوگا اور اللہ کا فضل وکرم رسول اللہ اور تمام دنیا پا احسان ہے اور جیسے اللہ تعالی اپنے رسول بھیج کر دنیا کو اپنی اطاعت کی توفیق دیکر اور ان کی اس معاملہ میں مدد کرکے محسن ہے اسی طرح جزاء دینے میں بھی وہ محسن ہے اور یہ محض

اللہ تعالی کی سخاوت اور احسان ہے اس پر کسی کا حق نہیں ہے کیونکہ جب انسان نے اللہ سے وفا کی تو اللہ پر اس کا احسان نہیں بلکہ وہ انسان دنیا میں نیک اور منصف اللہ کی توفیق سے تھا (بل اللہ یمن علیکم ان ہذاکم للایمان) اگر خدا کو یکتا تسلیم کریں تو ان کا اللہ پر یہ حق ہے کہ ان کو عذاب نہ کرے اور خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے ہم پر مومنوں کی مدد کرنا واجب ہے تو اسکا جواب یہ ہے اور یہ تو اللہ تعالی کا بندوں سے سب سے بڑا احسان ہوا کہ اس نے اپنے سچے وعدے سے، کہ اگر وہ اسکی توحید بیان کریں اور اسی کی عبادت کریں اپنے پر یہ حق ٹھہرالیا کہ ان کو عذاب نہ دے گا پس یہ تو اس کا کامل احسان ہا کیونکہ اگر وہ اپنے زمین وآسمان

لہم ولکن اقتضت منتہ ان احق علی نفسہ ثواب عابدیہ واجابۃ سائلیہ

ماللعباد علیہ حق واجب کلاولایسعی الیہ ضایع

ان عذبوا فبعدلہ او نعموا فبفضلہ فہو الکریم الواسع

کلام ابن القیم فی کتابہ المسمی بالاقسام من اللہ فی القران بافظہ وقال العلامۃ الامام النودی فی شرح مسلم بعد ایراد حدیث لن یدخل احدا عملہ الجنۃ الحدیث مالفظہ مذہب اہل السنۃ انہ لایجب علی اللہ شی بل العالم ملکہ والدنیا والاخرۃ تحت -سلطانہ یفعل فیہما مایشاء ویحکم مایرید فلو عذاب المطیعین والصالحین اجمعین وادخلہم النار کان ذلک عدلا منہ واذا اکرمہم ونعمہم وادخلہم الجنۃ فہو من فضلہ فاذا انعم علی العالمین وادخلہم الجنۃ ففضل منہ سبحانہ وتعالی انتہی

<u>وقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری فی کتاب الرقاق فی باب القصد بالمداومۃ علی العمل قال ابن</u>

والو سکو عذاب کرے تو وہ ظالم نہ ہوگا لیکن اس کے احسان نے تقاضا کیا کہ اس نے اپنے پر اپنے عابدین کا ثواب اور سائلین کے سوال کو قبول کرنا ضروری ٹھہرالیا، (۱) بندوں کا اللہ پر حق واجب نہیں ہے، خبردار اور نہیں کوشش کرتا اللہ کی اطاعت میں اپنے عمل کو ضائع کرنے والا (۲) اگر ان کو عذاب دیا جائے تو اسکا انصاف ہوگا یا یہ نعمت دیئے جائیں تو اس کے فضل وکرم کیوجہ سے پس وہی واسع سخی ہے، ابن قیم کا کلام ان کی کتاب البیان فی اقسام القران والا انہی کے الفاظ میں ختم ہوگیا، امام نووی شرح مسلم میں کسی کو اسکا عمل ہرگز داخل نہیں کرے گا (حدیث) نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں اہل سنت کا یہ مذہب ہے کہ اللہ پر کوئی حق نہیں ہے بلکہ سارا جہان اس کے قبضہ قدرت میں اور دنیا وآخرت اس کے تسلط وغلبہ میں ہے پس اگر وہ مطیع اور صالح لوگوں کو عذاب دے کر آگ میں داخل کردے تو یہ اسکا انصاف ہوگا اور جب ان کی عزت کرے اور نعمت ان کو دے کر جنت میں داخل کردے پس یہ اسکا فضل اور جب گنہگاروں پر انعام کرکے جنت میں داخل کردے پس یہ اسی سبحانہ تعالی کا فضل ہوگا ان کی کلام ختم ہوئی، اور حافظ ابن حجر فتح الباری کے کتاب الرقاق کے باب القصد بالمدادمتہ علی العمل میں فرماتے ہیں ابن جوزی نے فرمایا ہے اللہ تعالی کے اس قول اور یہ جنت وہ ہے

-الجوذی یتحصل من مجموع قولہ تعالی وتلک الجنۃ التی ادرثتموہا بما کنتم تعملون

الاول ان التوفیق للحمل من رحمۃ اللہ ولولا رحمۃ اللہ السابقہ للعبد ماحصل الایمان ولا الطاعۃ التی تحصل بہا النجاۃ-الثانی ان منافع العبد لسیدہ فعملہ مستحق لمولاہ فاذا انعم علیہ بالجزاء فمن فضلہ-الثالث جاء فی بعض الاحادیث ان نفسد خول الجنۃ برحمۃ اللہ عزوجل واقتسم المنازل والدرجات بالاعمال الرابع ان اعمال الطاعات کانت فی زمن یسیر والثواب لاینفد فالاتمام الذی لاینفد فی جزاء ماینفد بالفضل لابمقابلۃ الاعمال-وقال الکرمانی فی قولہ تعالی ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون لیست الباء للانصاق والمصاحبۃ ای اورثتموہا ملابسۃ ار مصاحبۃ ارللمقابلۃ نحو اشتریت الشاۃ بدرہم وبہذا الاخیر جزم الشیخ جمال الدین بن ہشام فی المغنی وقد سبق الیہ فقال تردالباء للمقابلۃ وہی الداخلۃ

جن کے تم وارث اپنے اعمال کیوجہ سے کئے گئے ہو (قرآن) کے مجموعے سے چار دلائل حاصل ہوتے ہیں **پہلی :**۔ اگر بندے پر خدا کی رحمت پہلے نہ ہوئی ہوتی تو اسے ایمان اور اطاعت نہ حاصل ہوسکتے جن کے ذریعہ سے نجات ہوتی ہے، **دوسری :**۔ یشک غلام کے منافع اپنے آقا کے لئے ہوتے ہیں تو اس کے کام کا مستحق اسکا آقا ہے پس جب آقا غلام کو اس کام پر جزاء دے تو اسکا فضل ہوگا، **تیسری :**۔ بعض احادیث میں آیا ہے کہ جنت نفس دخول یہ تو اللہ کی رحمت سے ہوگا اور درجات ومراتب کی اقسام اعمال کے لحاظ سے ہوں گی، **چوتھی :**۔ یشک اطاعت کے کام بہت تھوڑے زمانہ میں ہوتے ہیں اور ثواب تو ختم ہی نہ ہوگا پس ختم ہونے والی چیز کی جزاء پر نہ ختم ہونے والی چیز کا انعام کرنا خدا کے فضل سے ہوگا اعمال کے مقابلہ کیوجہ سے نہ ہوگا، اور کرمانی فرماتے ہیں اللہ تعالی کے قول، داخل ہوجاو جنت کے اس حال میں اپنے اعمال کے سبب میں بآء الصاق اور مصاحبت کے لئے نہیں ہے تو اس وقت معنی یہ ہوگا داخل ہوجاو تم وارث بنائے گئے جنت کے اس حال میں کہ وہ جنت ساتھی بننے والی اور تمہارے ساتھ ملنے والی ہے (اور یہ معنی غیر درست ہے) اس طرح یہ بامقابلہ کے لئے بھی نہ ہوگا، مثال میں نے بکری کو دراہم کے مقابلہ میں خریدا اس آخری

علی الاعراض کاشتریتہ بالف ودمنہ ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون وانما لم تقدر للسببیۃ کما قالت المعتزلۃ وکما قال الجمیع فی لن یدخل احد الجنۃ بعملہ لان المعطی قد یعطی مجانا بخلاف المسبب فلا یوجد بدون السلبب قال وعلی ہذا ینتفی التعارض بین الحدیث والایۃ-وسبقہ الی ذلک ابن القیم فی مفتاح دار السعادۃ فقال الباء المقتضیۃ للدخول غیر الباء التی نفی معہا الدخول فالمقتضیۃ ہی باء السببیۃ الدالۃ علی ان الاعمال سبب للدخول مقضیۃ لہ کاقتضاء سائر الاعمال لمسیاتہا والباء التی نفی بہا الدخول ہی باء المعاوضۃ والمقابلۃ التی فی نحو قولہم اشتریت ہذا بہذا فاخبر النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم ان دخول الجنۃ لیس فی مقابلۃ عمل احد وانہ لولا تغمد اللہ سبحانہ وتعالی العبد برحمتہ لما ادخلہ الجنۃ فلیس عمل العبد وان تناہا موجبا بمجردۃ لدخول الجنۃ ولا عوضا لہا فان اعمالہ وان وقت

معنی کے ساتھ جزم کیا ہے شیخ جمال الدین ہشام نے المغنی میں اور وہ کرمانی سے سبقت لے گئے ہیں فرماتے ہیں باء مقابلہ کے لئے بھی وارد ہوتی ہے مقابلہ والی کی تعریف یہ ہے جو عوضوں پر داخل ہو۔ مثال میں نے اس چیز کو ہزار کے بدلہ وعوض میں خریدا اور ادخلوا الجنۃ بما کمتم تعملون (البدنیہ) والی باء بھی اس قسم سے ہے اور باء یہاں سببت کا معنی ہرگز نہیں دیتی جیسے کہ معتزلہ نے کہا اور کہ تمام علماء کا کہنا ہے لن یدخل الجنۃ احد بعلمہ (الحدیث) والی باء کے متعلق کیونکہ دینے والا کبھی کبھی بغیر عوض اور بدلہ کے بھی دیتا ہے بخلاف مسبب کے وہ سبب کے بغیر نہیں پایا جاتا شیخ صاحب فرماتے ہیں اس صورت میں آیت تِلْكَ الْجَنَّةُ اور حدیث (لن یدخل) میں تعارض ہے وہ ختم ہوجاتا ہے (یعنی حدیث والی سبب کا معنی دیتی ہے اور قرآن کریم والی باء مقابلہ کا معنی دیتی ہے شیخ صاحب سے حافظ ابن قیم سبقت لے گئے اس بارے میں تو حافظ صاحب اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ میں فرماتے ہیں جو باء دخول جنت کا تقاضا کرتی ہے یہ اس باء کے مخالف ہے جو دخول جنت کے نفی کے مقام کے ساتھ آئی ہے دخول جنت کے مقام والی باء سببتیت کے لئے ہے، آیت کا معنی یہ ہوگا کہ اعمال دخول جنت کا سبب اور اس کے متقضی ہیں جیسے تمام اعمال اپنے مسیات کو چاہتے ہیں اور وہ باء جس سے دخول جنت کی نفی کی گئی ہے عوض اور مقابلہ والی ہے جیسے اس قول میں ہے خریدا میں نے اس کو اس کے عوض وبدلہ میں، پس رسول کریمؐ نے فرمایا کہ دخول جنت

کس کے اعمال کے

منه علی الوجه المرضی الذی یحبه الله ویرضاه فهی لاتقادم نعمة الله التی انعم بها علیه فی دارالدنیا ولاتعادلها بل لو حاسبه او وقعت اعماله کلها فی مقابلة الیسیر من نعمه و تبقی بقیة النعم مقتضیة لشکره فلو عذبه فی هذه الحالة لعذبه وهو غیر ظالم له ولو رحمه لکانت رحمته خیراله من عمله کما فی السنن من حدیث زید بن ثابت وحذیفة وغیرهما مرفوعا الی النبی صلی الله علیه وعلیه وسلم انه قال ان الله لو عذب اهل سماواته واهل ارضه لعذبهم وهو غیر ظالم ولو رحمهم لکانت رحمته خیرالهم من اعمالهم -قال وهذا فصل الخطاب بین المرجئة الذین انکروا ان تکون الاعمال سببا فی دخول الجنة من کل وجه وبین الحدریة الذین یزعمون ان الجنة عوض عن الاعمال والحدیث یبطل دعوی الطائفتین والله اعلم انتهی

مقابلہ میں نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر اللہ تعالی کی رحمت بندے کے شامل حال نہ ہو تو اللہ اسے جنت میں داخل نہیں کرے گا پس صرف بندے کا عمل اگرچہ وہ انتہائی کیوں نہ ہو دخول جنت کو واجب نہیں کرتا، اور نہ ہی جنت کا یہ بدلہ ہے کیونکہ بندے کے اعمال اللہ کے پسندیدہ طریقے پر واقع ہوں پھر بھی اللہ تعالی کی اس نعمت کی قیمت اور اس کے برابر نہیں ہوسکتے جو اس نے دنیا میں بندے پر کی ہے بلکہ اگر خدا اس کا حساب کرے تو انسان کے تمام اعمال اللہ کی معمولی سی نعمت کے مقابلہ میں ہوں گے اور اسکے دوسری باقی نعمتیں اللہ کے شکر کے لئے مقتضی ہیں اگر اللہ اس حالت میں بندے کو عذاب کرے تو وہ اس کے لئے ظالم نہ ہوگا اور اگر اس پر رحم کرے تو اسکی رحمت بندے کے اعمال سے بہتر ہوگی، روایت ہے زید بن ثابت اور حذیفہ اور ان کے علاوہ سے مرفوعا طرف نبی ﷺ کی بیشک آپؐ نے فرمایا بیشک اللہ تعالی اگر عذاب کرے آسمان والوں اور زمین والوں کو البتہ عذاب دئے ان کو اور وہ نہیں ظلم کرنے والے اور اگر رحمت کرے ان پر البتہ ہوگی اس کی رحمت بہتر ان کے لئے ان کے اعمال سے حافظ ابن حجر صاحب فرماتے ہیں یہ مطلب قول فیصل ہے مرجئہ کے درمیان جن کا انکار ہے کہ اعمال کسی طریق سے بھی دخول جنت کا سبب نہیں اور حدریہ فرقہ کے درمیان جنکا زعم ہے کہ جنت بدلہ ہے اعمال کا اور حدیث ان دونوں گروہوں کے دعوی کو باطل کرتی ہے اور خدا ہم سے زیادہ عالم ہے

ما نقله الحافظ فی فتح الباری وعن ابن القیم رحمه الله بلفظه مرتضیا له وقال الحافظ فی فتح الباری ایضا وجوز الکرمانی ان یکون المراد ان الدخول لیس بالعمل والادخال المستفاد من الارث بالعمل وهذا وان مشی فی الجواب فی قوله تعالی اورثتموها بما کنتم تعلمون لایتمشی فی الجواب بین الایة والحدیث وعندی ان فی الحدیث جوابش اخر وهو ان یحمل الحدیث علی ان العمذ من حیث هو عمل لایستفید فیه العامل دخول الجنة مالم یکن مقبولا فاذا کان کذلک فامر القبول الی الله سبحانه وتعالی وانما یحصل برحمة الله تعالی لمن یقبل منه فعلی هذا فمعنی قوله تعالی ادخلوا الجنة بما کنتم تعلمون ای تعلمونه من العمل المقبول ولایضر بعد ذلک ان یکون الباء للمصاحبة اوللمقابلة اوللالصاق ولایلزم من ذلک ان یکون سببیة ثم رایت النووی جزم بان ظاهر الایات ان دخول الجنة بسبب الاعمال والجمع بینها وبین الحدیث بان التوفیق للاعمال-

حافظ صاحب نے جو کلام نقل کی ہے فتح الباری میں حافظ ابن قیم اور دیگر علماء سے وہ ختم ہوگئی یہی پسندیدہ ہے حافظ صاحب کا فتح الباری میں نیز فرماتے ہیں اور کرمانی نے جائز کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ک خول جنت عمل کی وجہ سے نہیں ہے اور جنت میں داخل کرنا یہ عمل کے ساتھ وارث ہونے سے فائدہ حاصل کیا گیا ہے اور یہ جواب اگرچہ اللہ تعالی کے قول اور اُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (قرآن) میں چل جاتا ہے لیکن آیت اور حدیث کے درمیان مطابق پیدا کرنے کے لئے نہیں چلیگا اور میرے نزدیک حدیث کا ایک اور جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ عمل میں حیث العمل ہونیکی وجہ سے عامل اس سے جنت میں داخل ہونیکا فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا جب تک وہ عمل قبول نہ ہو پس جب معاملہ ایسے ہوگا تو قبول والا کام اللہ کے سپرد ہے اور بیشک جنت حاصل ہوگی اللہ کی رحمت کے ساتھ اس انسان کے لئے جس کا عمل قبول ہوا پس اس صورت پر فرمان خدا ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ۔ کہ جو تم مقبول اعمال کرتے تھے اور اس کے بعد باء مصاحبت، مقابلہ یا الصاق کے لئے بنانا کوئی تکلیف نہ دیگا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باء سببیت کے لئے ہے پھر میں امام نووی کو دیکھتا ہوں انہوں نے جزم کیا ہے کہ بیشک ظاہر آیات کا مطلب یہ ہے کہ دخول جنت اعمال کے سبب ہے اور دونوں آیت اور حدیث کے درمیان تطبیق ایسے ہے کہ بیشک اعمال

والعبادة وقبولها انما هو بفضل الله ورحمته فیصح انه لم یدخل بمجرد العمل وهو مراد الحدیث ویصح انه دخل الجنة بسبب العمل وهو من رحمة الله ورد الکرمانی الاخیر بانه خلاف صریح الحدیث وقال المازری ذهب اهل السنة الی ان اثابة الله فمن اطاعه بفضل الله وکذلک انتقامه ممن عصاه بعدل منه ولایثبت واحد منهما الا بالسمع وله سبحانه وتعالی ان یعذب المطیع وینعم العاصی ولکنه اخبرانه لایفعل ذلک وخبره صدق لاخلف فیه وهذا الحدیث یرد مقالتهم ویرد علی المعتزلة حیث اوجبوا اعواض الاعمال ولهم فی ذلک ضبط کثیر وتفصیل طویل انتهی کلام الحافظ بن حجر فی الفتح بلفظه - وقال الحافظ ایضا فی کتاب التوحید باب فی المشیة والارادة بعد ذکر الایات القرانیه الدالة علی اثبات المشیة لله عزوجل وان الله سبحانه وتعالی یفعل مایشاء وقال وحرف المتزلة المسألته وقاسوا فعل الخالق علی

اور عبادت کی توفیق اور ان کا قبول کرنا سوائے اس کے نہیں یہ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوگا پس صیح ہوجایگا خالی اءعمال سے جنت میں دخول نہیں ہے اور یہی مطلب حدیث کا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ عمل دخول جنت کا سبب ہو اور یہ اللہ کی رحمت سے ہوگا اور کرمانی نے نووی کے آخری معنی کی تردید کی ہے وہ صریح حدیث کے خلاف ہے مازری کہتے ہیں اہل سنت اس طرف گئے ہیں کہ بیشک اللہ کا اپنے مطیع کو ثواب دینا اس کے فضل سے ہے اور اسطرح اللہ تعالی کا گنہگار سے انتقام لینا اس کا انصاف ہے اور ثواب و انتقام میں سے کوئی ایک چیز بھی شارع علیہ االسلام سے سننے کے بغیر نہیں ثابت ہوتی اور اللہ کے لئے حق ہے کہ وہ مطیع کو عذاب دیدے اور عاصی کو نعمت دے دے اور لیکن اس نے خود خبر دیدی کہ وہ ایسے نہ کریگا اور اللہ کا خبر دینا سچا اس میں خلاف ہونا نہیں ہے اور کہ حدیث اہل سنت اور معتزلہ کی تردید کرتی ہے جبکہ معتزلہ نے اعمال کا بدلہ واجب ٹھہرایا اور ان لوگوں نے اس بحث میں ٹاواں ٹویاں ماری ہیں اور اس کی تفصیل بہت طویل ہے حافظ صاحب کا حکدم فتح الباری میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوا حافظ ابن حجر نیز کتاب التوحید باب فی المشیتہ والارادۃ میں خدا تعالی کے چلنے اور جو چاہے کرسکتا ہے پر آیات قرآنیہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں اور معتزلہ نے مسئلہ کی تعریف کرکے خالق کے فعل پر قیاس کہا ہے کیونکہ اگر مخلوق اپنے مطیعوں کو عذاب دیدے تو وہ ضرور ظالم ہوگا کیونکہ

المخلوق فان المخلوق لو عاقب من یطیعه من اتباعه فکان ظالما لکونهم لیس ملکه حقیقة والخالق سبحانه وتعالی لو عذب من یطیعه لم یکن ظالما لان الجمیع ملکه یفعل مایشاء لایسأل عما یفعل وفی ذلک ولالة علی ان الامور کلها موقوفة بمشیة الله عزوجل وارادته -قال الراغب ویدل علی ان الامور متعلقة بمشیة الله عزوجل ومرقوفة علیها مااجتمع الناس علی تعلیق الاستثناء فی جمیع الافعال وقد اخرج ابو نعیم فی الحلیة من طریق بن اخی الزهری عنه قال کان عمر ابن الخطاب رضی الله عنه یا مر بروایة قصیدة لبید التی یقول فیها

ان تقوی ربنا خیر نفل وباذن الله ریثی وعجل

احمد الله فلاندل بیدیه الخیر ماشاء نعل

من هداه سبل الخیر اهتدی ناعم البال ومن شاء اضل

والخلاف بین اهل السنة والمعتزلة ان الارادة تابعه للعلم وعندهم الارادة تابعة للامر ویدل لاهل السنة قوله تعالی یرید الله ان لایجعل لهم حظا فی الاخرة انتهی المقصود

وہ اس کا ملک حقیقی نہیں ہے اور خالق سبحانہ وتعالی اگر اپنے مطیع کو عذاب دے تو وہ ظالم نہ ہوگا کیونکہ تما اس کے قبضہ ملک میں ہے جو چاہے کرے اس سے کام کا سوال نہ ہوگا اور اس میں دلیل ہے اس پر کہ تمام کام اللہ کی

مشیت اورارادہ پر موقوف ہے راغب کہتے ہیں اور دلالت کرتی ہے یہ بات اس پر کہ تمام کا معلق ہیں خدا کی مشیت کے ساتھ اور موقوف ہیں اس پر جیسے کہ لوگوں کا اجتماع ہے اس پر کہ تمام افعال اشثناء پر معلق ہیں (ان شاء اللہ پر) ابو نعیم نے الحلیہ میں ابن اخی زہری کے طریق سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ بن خطاب لبید شاعر کے اس قصیدہ کو روایت کرنیکا حکم دیا کرتے تھے جس میں لبید نے مبدرجہ ذیل اشعار کہے ہیں (۱) یشک اللہ کا ڈر بہتر عطیہ ہے اور اللہ کے حکم سے ہے میرا دیر کرنا اور جلدی کرنا : (۲) میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں پس نہیں ہم فخر کرتے اسی کے ہاتھ میں بھلائی اور جو وہ چاہے کرے (۳) جس کو بھلائی کے راستوں کی طرف راہنمائی کردے تو وہ ہدایت پالیگا اور اچھے حال ہوگا اور جس کو وہ چاہے گمراہ کردے ، معتزلہ اور اہل سنت کے درمیان اختلاف یہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک اللہ کا ارادہ علم کے تابع ہے ، لیکن معتزلہ کے ہاں تابع نہیں ، اور اہل سنت کی تائید اللہ تعالی

من عباۃ فتح الباری وفیہ کلام طویل فانظرہ ان اردتہ ویوید ذلک مااخرجہ الاماماحمدولبوداودوابن ماجۃ من حدیث ابن الدیلمی انہ قال وقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاتیت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ فقلت یا ابا المنذروقع فی نفسی شی من القدر فخشیت ان یفسد علی دینی وامری فاخبرنی بشی من ذلک لعل اللہ ان یذہبہ عنی لوان اللہ عذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولور حمہم لکانت رحمتہ خیر لہم من اعمالہم ولوکان ذلک مثل جبل احد ذہبا اومثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان ماآخطاہ لم یکن لیصیبک وما اصابک لم یکن لیخطئک وانک لومت علی غیر ہذا دخلت النار ولاعلیک ان تاتی اخی عبداللہ ابن مسعود فتسألہ عن ذلک فاتیت عبداللہ ابن مسعود فذکر مثل ماقال ابی بن کعب وقال فلاعلیک ان تاتی حذفۃ فتسألہ

کے اس قول سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالی ارادہ کرتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہ کرے ، فتح کی عبارت سے مقصود ختم ، اور اس میں کلام بہت طویل ہے اگر آپ چاہیں تو فتح الباری کو دیکھ لو ، امام احمد امام ابعداوداور ابن ماجہ جوابن دیلمی کی حدیث لاتے ہیں وہ بھی اسی کی تائید کرتی ہے (حدیث یہ ہے) ابن دیلمی کہتے ہیں میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ پیدا ہوا جس سے مجھے یہ خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں میرا دین اور میرا معاملہ اسلام والاخراب نہ ہوجائے پس میں ابن بن کعب کے پاس گیا میں نے کہا اے ابامنذر میرے دل میں تقدیر کے متعلق کوئی شبہ ہے میں ڈرتا ہوں کہ وہ میرے دین اور میرے طریق اسلام کو خراب نہ کردے پس اس لئے تقدیر کے متعلق کچھ خبر دو شاید کہ اللہ مجھ سے یہ شبہ دور کردے پس اس نے کہا اگر اللہ تعالی زمین وآسمان کے اہل کو عذاب دے تو اس کا حق ہے دے سکتا ہے اور وہ ظالم نہ ہوگا ، اور اگر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے افضل ہے اور اگر تیرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا ہو جیسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک تیرا تقدیر پر ایمان نہ ہوگا اور تو نہ جان لے کہ جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کرسکتی تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر تو اس اعتقاد وایمان کے بغیر مرگیا تو آگ میں داخل

عن ذلک حذیفۃ فذلک مثل ماقالاوقال فلاعلیک ان تاتی زیدبن ثابت فاتیتہ فقال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لوان اللہ عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم ولور حمہم لکانت رحمتہ خیرالہم من اعمالہم ولوکان مثل جبل احد ذہبا اومثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ما قبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فتعلم ان مااصابک لم یکن لیخطئک وما اخطاک لم یکن لیصیبک وانک ان مت علی غیر ہذا دخلت النار-قال العلامۃ علی القری فی شرح المشکوۃ فصار الحدیث مرفوعا من طریق زیدبن ثابت وقال ایضا قولہ ای قول ابن الدیلمی وقع نفسی شی من القدر ای حزارۃ واضطراب عظیم من جہۃ ان القضاء والقدر باعتبار العقل لا بموجب المنقل

ہوگا اور آپ کے لئے کوئی عار نہیں کہ آپ میرے بھائی عبداللہ بن مسعود کے پاس جاکر اس کے متعلق دریافت کریں پس میں عبداللہ بن مسعود کے پاس آیا اس نے بھی وہی ذکر کیا جو ابی بن کعب نے کہا تھا اور اس نے کہا آپ کے لئے کوئی ڈر نہیں کہ آپ حذیفہ کے پاس جاکر اس کے متعلق سوال کریں اس نے بھی ان دونوں کی طرز کر کیا اور اس نے کہا آپ پر کوئی تنگی نہیں کہ آپ زید بن ثابت کے پاس جائیں میں اس کے پاس آیا پس اس نے کہا سنا میں نے رسول ﷺ سے فرماتے تھے اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کو عذاب کرے تو ان کو عذاب کرے گا اور ظالم نہ ہوگا اور اگر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے بہتر ہوگی اور اگر تیرے لئے احد پہاڑ جتنا سونا ہو جیسے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے اللہ تعالی تجھ سے قبول نہیں کرے گا جب تک کہ تقدیر پر ایمان نہ لائے گا پس جان لے تو جو مصیبت تجھے نہیں پہنچی وہ تجھے پہنچنے والی ہی نہ تھی اور جو تجھے پہنچ گئی وہ تجھ سے خطا نہیں کرسکتی تھی اور اسمیں کوئی شک نہیں اور اگر تو اس پر ایمان لانے کے علاوہ مرگیا تو آگ میں داخل ہوگا ، علامہ ملا علی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں پس ہوگئی حدیث مرفوع زید بن ثابت کے طریقے سے اور قاری نے یہ بھی کہا ہے کہ ابن دیلمی کا قول ، وقع فی نفسی شی من القدر کا معنی ہے میرے دل میں حرکت اور بڑا اضطراب واقع ہوگیا قضاء قدر کے متعلق عقل کے اعتبار سے یہ شبہ تھا نقل کے اعتبار سے نہ تھا اور حافظ ابن

وقال ابن حجر ای من بعض شبہ القدر التی ربما تجر الشخص الی الشرک فیہ کا عتقاد ان الانسان یخلق فعل نفسہ کما قالہ المعتزلۃ وانہ مجبر علی الفعل کما قالہ الجبریۃ فکیف یعذب وانا ارید الخلاص من ہذا البحث فحدثنی بحدیث عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم لَعَل اللہ ان یذہبہ عن قلبی ای رجاء ان یزیل ذلک عنی وقال اولا فی نفسی وثانیا عن قلبی اشعار ابان ذلک تمکن منہ واخذ بمجامعہ وذاتہ ولذا قال الما الطیبی والاظہر ان الحزارۃ عن الخطرات النفسیۃ والثبات والاطمینان من الصفات القلبیۃ-فقال لہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ متحریا غایۃ البیان الشافی ونہایۃ الارشاد الوانی لوان اللہ سبحانہ وتعالی فرضا عذب اہل سموتہ ای الملئکۃ المقربین اہل ارضہ ای الانبیاء والمرسلین لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الحدیث قال الطیبی وفی سوال ابن الدیلمی من الصحابۃ رضی اللہ عنہم واحد ابعد واحد واتفاقہم فی

حجر فرماتے ہیں کہ تقدیر کے متعلق شبہات میں سے کوئی شبہ ، وہ شبہات کہ اکثر دفعہ انسان کو اس میں شرک کی تعریف تک کھینچ لاتے ہیں جیسے یہ اعتقاد کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے اور یہ شبہ کے یشک انسان کام پر مجبور ہے جیسے کہ جبریہ فرقہ نے کہا ، پس اس وقت اسے کیسے عذاب دیا جائیگا اور میں اس بحث سے نکلنے کا ارادہ کرتا ہوں پس اس لئے آپ مجھے کوئی حدیث نبویؐ بتائیں شاید کے اللہ تعالی اسے میرے نفس سے دور کردے ، یعنی اس امید پر کہ اللہ اسے مجھ سے دور کردے ابن دیلمی نے پہلے فی نفس (میری جان میں) اور دوسری دفعہ عن قلبی (میرے دل سے) کے لفظ یہ معلوم کرانے کے لئے کہے کہ یشک یہ شبہ اس سے پختہ ہوگیا ہے اور اس کے دل کے تمام گوشوں کو اس نے پکڑلیا ہے اور اس کی ذات میں داخل ہوگیا ہے اور اسطرح طیبی نے معنی کئے ہیں اور اظہر بات یہ ہے کہ اس کے نفس خطرات سے حرکت واضطراب پیدا ہوا اور دل کی صفت ثبات وطمینان تھی ابی ابن کعب نے اسے انتہائی شافی بیان کو تلاش کرتے ہوئے اور انتہائی راہنمائی کر کے جواب دیا کہ اگر یشک اللہ سبحانہ وتعالی بالفرض آسمان والوں مقرب فرشتے اور زمین والوں انبیاء ورسل کو عذاب دے تو ان کو عذاب دیگا اور وہ ظالم نہ ہوگا ، الحدیث ، طیبی نے کہا ہے کہ ابن دیلمی کے صحابہ میں سے ایک کے بعد دوسرے سے پوچھنے میں اور ان کے جواب میں متعلق ہونے میں بغیر کسی تغیر کے اور پھر آخری

الجواب من غیر تغییر ثم انتہاء الجواب الی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم دلیل علی الاجماع المستند الی النص فمن خالف فی ذلک فقد عاند الحق وقولہ ولو عذبہم لعذبہم وہو غیر ظالم لہم الواوفیہ للحال ای لانہ متصرف فی ملکہ وملکہ فعذابہ عدل وثوابہ فضل-وفیہ ارشاد عظیم وبیان شان لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ یہدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین لانہ مالک الجمیع فلہ ان یتصرف کیف یشاء ولاظلم وفیہ اشکال واجیب عنہ بان لوالشرطیۃ غیر لازمۃ الوقوع وفیہ دلیل الی ان الامور الکائنۃ کلہا منہ سجانہ وتعالی خیرہا وشرہا حلوہا ومرہا لفعلہا وذرہا تلیلہا وکثیرہا کبیرہا وصغیرہا کلہا بقضاء اللہ سجانہ وتعالی وارادتہ واسرہ وانہ لیس للعبد فیہا الاالکسب ومباشرۃ الفعل والمراد ہنا کمال الایمان وسلب القبول مع فقد یوذن بان المبتدعۃ لاتقبل اعمالہم ای لایثابون علیہا ماداموا علی بدعتہم ویویدہ حدیث ابی اللہ ان یقبل عمل صاحب بدعۃ حتی یتوب وفیہ بان المبتدعۃ لیسوامن المتقین لقولہ تعالی انما یتقبل اللہ من المتقین وانہ لایحبہم فان اللہ

حدیث رسول اللہ ﷺ سے ہونے میں دلیل ہے کہ اس کے حدیث ہونے پر اجماع ہے پس جو اس میں خلاف کرے گا اس نے حق سے سرکشی کی اور حدیث کے یہ الفاظ **لوعذبہم لعذبہم وہوظالم** میں واو حالیہ ہے معنی یہ ہوگا کیونکہ وہ اپنے ملک اور بادشاہی میں تصرف کرنیوالا ہے پس اس لئے اسکا عذاب عدل ہوا اور ثواب دینا فضل ٹھہرا اور اس جواب میں بڑی رہنمائی ہے اور بیان شافی ہے اس کی طلب کی گئی چیز کے ازالہ کے لئے کیونکہ یہ جواب عقلی حسن وقبح کے قاعدے کو گرادیتا ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک کا مالک ہے پس اس میں اس کا حق ہے ، جیسے چاہے تصرف کرے اور ظلم نہ ہوگا اور اس میں ایک اشکال ہے اور اس کا جواب دیا گیا ہے کہ لو شرطیہ چیز کے وقوع کو لازم نہیں

ہے اور اسمیں دلیل ہے اس بات کی طرف کہ بیشک تمام ممکنات امور اللہ تعالی کی طرف سے ہیں خواہ بہتر ہوں یا برے ہوں شیریں ہوں کڑوے ہوں، نفع مند ہوں ان کی تکلیف کم یا زیادہ ہو اور خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں تمام اللہ سبحانہ کی قضاء قدر سے ہوئے ہیں اور بیشک اللہ ہی کے لئے ارادہ اور حکم ہے بندے کا تو کمانا اور فعل کو ملنا ہے اور یہاں مراد پورا ایمان ہے اور اسکی تائید یہ حدیث کرتی ہے خدا تعالی بدعتی کے قبول عمل سے انکار کرتے ہیں حتی کہ وہ اپنی بدعت سے توبہ نہ کرلے اور اس میں اس بات کو معلوم

یحب المتقین انتہی کلام العلامۃ علی القاری فی شرح المشکوۃ بلفظہ -وقال العلامۃ ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجۃ وقال الطیبی وفی الحدیث ارشاد عظیم وبیان شاف لازالۃ ماطلبہ منہ لانہ یقدم بہ قاعدۃ الحسن والقبح العقلیین وبین فیہ بانہ تعالی مالک الملک فلہ ان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء ولا یتصور منہ ظلم لان حقیقۃ الظلم التصرف فی ملک الغیر ولا ملک لغیر اللہ تعالی اصلاثم بین بقولہ ولورحمھم لکانت رحمتہ خیرالھم من اعمالھم بان النجاۃ من العذاب انما ہی برحمۃ اللہ عزوجل لاباعمال فالرحمۃ خیر منہا وقولہ ولو کان لک مثل جبل احد ذہبا او مثل احد ذہبا تنفقہ فی سبیل اللہ ماقبلہ اللہ منک حتی تومن بالقدر فیہ اشارۃ الی انہ لاقبول لعمل المبتدع عنداللہ وہو مبنی علی القول بکفر منکرہ انتہی کلام ابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی ابن ماجۃ بلفظہ-

کراتا ہے کہ بدعتی لوگ متقیوں میں سے نہیں ہیں، (علامہ قاری ملا علی کا کلام شرح مشکاۃ میں انہی کے الفاظ میں ختم ہوئی اور علامہ ابوالحسن سندھی سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں اور طیبیؒ نے کہا ہے اور حدیث میں بڑی راہنمائی اور بیان شافی ہے ابن دیلمی کے طلب کردہ سوال کے ازالہ کے لئے کیونکہ اس سے عقلی حسن وقبح والا قاعدہ منہدم ہوجاتا ہے اور اس حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی تمام بادشاہی کا مالک ہے پس اس کا حق ہے کہ اپنی بادشاہی میں جیسے چاہے تصرف کرے اور یہ اس کا ظلم نہ تصور کیا جائیگا کیونکہ ظلم کی حقیقی تعریف یہ ہے کہ وہ غیر کے ملک میں تصرف کرنا اور غیر اللہ کے ملک میں قطعی طور پر کوئی چیز نہیں پھر آپؐ نے اپنے اس قول، کہ اور اگر اللہ تعالی ان پر رحمت کرے تو اسکی رحمت ان کے لئے اپنے اعمال سے زیادہ بہتر ہوگی یہ بیان فرمایا کہ بیشک عذاب سے نجات اللہ کی رحمت سے ہے نہ کہ اعمال کا نتیجہ۔ پس رحمت اعمال سے افضل ٹھہری اور آپؐ کے اس قول اور احد پہاڑ جتنا سونا ہو یا احد کی مثل ہے تو اللہ کی راہ میں خرچ کردے تب بھی اللہ تعالی اسے قبول نہ فرمائیں گے جب تک تو تقدیر پر ایمان نہ لائیگا اس کی طرف کہ بدعتی کے عمل کا قبول کرنا اللہ کے ہاں نہیں ہے اس کی بنا پر ،اس پر ہے تقدیر کا منکر کافر ہے ابوالحسن سندھی کا کلام ابن ماجہ کے حاشیہ والی انہی کے الفاظ میں ختم ہوا

وفی الموطاللامام مالک رحمۃ اللہ تعالی عن یحیی بن سعید الانصاری قال صلیت وراء ابی ہریرۃ علی صبی لم یعلم خطیئۃ قال فشارحہ العلامۃ الزرقانی ای لموتہ قبل البلوغ ماخوذ من رفع القلم عن ثلاثۃ فعد منہا وعن الصبی حتی یحتلم وقال عمر رضی اللہ عنہ تکتب لہ الحسنات ولا تکتب علیہ السیات فسمعتہ یقول اللھم اعذہ من عذاب القبر غیر فتنۃ بدلائل من السنۃ الثابتۃ ولو عذاب اللہ عبادہ اجمعین لم یظلمھم انتہی المقصود وقال العلامۃ حجۃ الاسلام الغزالی فی الاحیاء فی الجزء الاول وللہ سبحانہ وتعالی ایلام الخلق وتعذیبھم من غیر جرم سابق خلافا للمعتزلۃ لانہ متصرف فی ملکہ ولا یتصور ان یعدو تصرفہ ملکہ الی اخرما اطال بہ وفیہ ایضاوانہ سبحانہ وتعالی متفضل بالخلق والاختراع والتکلیف لاعن جہۃ وجوب علیہ ومتطول بالانعام والاصلاح لاعن لزوم فلہ الفضل والاحسان والنعمۃ والامتنان اذکان قادرا علی ان یصب علی عبادہ انواع العذاب ویبتلیھم بضروب الالام والاوصاب ولو فعل ذلک لکان منہ عدلا ولم یکن

موطا امام مالک میں یحیی بن سعید انصاری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوہریرہؓ کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی ایک معصوم بچے پر موطا شریف کے شارع علامہ زرقانی فرماتے ہیں کیونکہ وہ بلوغت سے پہلے مرگیا تھا یہ ماخوذ ہے حدیث قلم تین انسانوں سے اٹھالی گئی ہے پس آپ نے ان سے شمار کیا ہے بچہ محتلم ہونے سے پہلے، حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں اس کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور برائیاں نہیں لکھی جاتی پس میں نے حضرت ابی ہریرہ سے سنا آپ یہ دعا پڑھتے تھے یا اللہ اسے عذاب قبر سے پناہ دے ابن عبدابر فرماتے ہیں کہ عذاب قبر عذاب قبر کے فتنہ سے الگ ہے اسکے سنت سے بہت سے دلائل ،ثابتہ ہیں اور اگر اللہ تعالی اپنے تمام بندوں کو عذاب دے تو ان پر ظلم نہ کرے گا مقصود ختم ہوا، حجتہ الاسلام علامہ غزالی احیاء العلوم جزء اول میں فرماتے ہیں اور اللہ سبحانہ کا حق ہے کہ مخلوق کو عذاب اور درد پہنچائے بغیر کسی پہلے گناہ کے بدلہ میں معتزلہ کے مسلک کے برعکس یہ معاملہ ہے کیونکہ اللہ تعالی اپنے ملک میں تصرف ہے اور اس کا ملک ختم نہیں ہوتا اگرچہ اس کا تصرف کتنا ہی لمبا کیوں نہ ہوجائے اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا اور اس میں سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ سبحانہ ہی پیدا کرنے ایجاد کرنے اور تکلیف کرنے کیوجہ سے فضیلت والا ہے یہ چیزیں اس پر واجب

منہ قبیحا ولا ظلما وانہ یثیب عبادہ المومنین علی الطاعۃ بحکم الکرم مالوعد بحکم الاستحقاق واللزوم ولا یجب علیہ حق لاحد وان حقہ فی الطاعۃ واجب علی الاخلق بایجابہ علی السن انبیائہ صلوات اللہ علیہم وسلامہ الی اخر کلام الامام الغزالی فانظرہ فان فیہ الشفاء لمن کان علی شفا وایضا ایلام الاطفال والدواب من غیر جرم سابق منہم کما ہو مشاہد فی الاطفال والدواب ولا ینسب فی فعلہ سبحانہ وتعالی ذلک بھم الی الظلم فالقائلون بان اللہ لو عذب عبادہ الطائعین وانعم علی العامین یکون ذلک ظلما سبحانہ وتعالی عما یقول الظالمون علوا کبیرا ولیس لھم علی ذلک دلیل صریح من کتاب اللہ ولا من سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم وانما نشأ ذلک من فہمھم وذلک خلاف ما اخبر بہ سبحانہ وتعالی من اثابۃ المطیع وتعذیب العاصی وہو صحیح-

نہیں ہیں اور وہ انعام واصلاح کو زیادہ کرنیوالا ہے یہ اس پر لازم نہیں بلکہ اسی کے لئے ہے فضل کرنا، احسان کرنا نعمت دینا اور نعمت کا جتلانا، کیونکہ وہ قادر ہے اس پر کہ اپنے بندوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچائے اور ان کو ہر قسم کے داد اور دائمی بیماریوں سے آزمائے اور اگر وہ یہ کردے تو اسکا عدل ہوگا اور یہ فعل اس سے قبیح اور ظلم کیوجہ سے صادر نہ ہوگا اور بیشک اللہ تعالی اپنے مومن بندوں کو ثواب دے گا اطاعت کرنے پر کرم کے لئے اور استحقاق والتزام کے وعدہ کے لئے اور اس پر کسی کا حق لازم نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسکا حق مخلوق پر لازم ہے کہ اس کی اطاعت کریں جیسے اللہ تعالی نے انبیاء علیہم الصلوۃ وسلام کی زبان کے ساتھ لازم کیا ہے علامہ غزالی کے کلام اینفرتک پس آپ اس کلام کو دیکھیں اس میں اس انسان کے لئے شفا ہے جو گڑھے کے کنارے پر کھڑا ہو (گمراہی کے) اور یہ بھی یاد رکھو اللہ تعالی کا بچوں اور چارپاوں کو درد پہنچانا ان کے سابق جرم کی وجہ سے نہیں ہے (کیونکہ وہ تو معصوم ہیں) جیسے کہ آپ اسکا مشاہدہ بچوں اور چارپاوں میں کرتے ہیں اور اللہ تعالی یہ فعل ان کے ساتھ کرنا اسے ظلم کی طرف منسوب نہ کیا جائیگا پس جو لوگ اس کے قائل نہیں کہ اگر اللہ تعالی اپنے مطیع انسانوں کو عذاب دے اور نافرمانوں کو انعام دے تو یہ اسکا ظلم ہوگا اللہ بلند ومنترۃ ہے اس سے جو ظالم کہتے ہیں بہت برتر ہے اور انکی دلیل کتاب اللہ اور سنت رسولؐ اللہ میں نہیں ہے اور یہ تو صرف ان کی اپنی سمجھ کا نتیجہ ہے اور یہ خلاف ہے اسکے جو اللہ تعالی نے اطلاع دی ہے کہ وہ

ولکن لیس ذلک منہ علی جہۃ الوجوب علیہ سبحانہ وتعالی ولانھم یقولون ان ذلک من باب الحسن والقبح العقلیین وہذا قاعدۃ باطلۃ لادلیل علی صحتہا وہذہ القاعدۃ ہی التی بنا علیہا المعتزلۃ وبعض الخفیۃ ذلک المذہب وقد قال العلامۃ المحقق العینی انہا قاعدۃ باطاۃ لیست بحجۃ شرعیۃ یجب قبولہا کما سیاتی فالحاصل ان الذی فقلناہ من کلام الائمۃ المحققین صریح فی بطلان ما قالہ المعتزلۃ وبعض الحنفیۃ من جواز نسبۃ الظلم الی اللہ تعالی وہو رب الارباب ومما یوید نفی وقوع ذلک منہ سبحانہ وتعالی ردا النصاری قولہ تعالی لقد کفر الذین قالوان اللہ ہو المسیح بن مریم قال سبحانہ وتعالی فی الرد علیہم قل فمن یملک من اللہ شیا ان اراداللہ ان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا قال العلامۃ سلیمان الجمل فی حاشیتہ علی الجلالین وتعمیم ارادۃ الاہلاک للکل مع حصول المقصود بالا تنعبار علیہ تہویلا للخطب

مطیع کو ثواب اور عاصی کو عذاب دیگا یہ تو درست ہے لیکن اس کا یہ خیر وسزا دینا وجوب کے لئے نہیں ہے اور چونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ عقلی حسن وقبح کے قبیل سے ہے اور یہ تو قاعدہ ہی باطل ہے اس کی صحت پر کوئی دلیل ہی نہیں علامہ محقق عینی فرماتے ہیں یہ قاعدہ کو دلیل شرعی نہیں ہے جس کا قبول کرنا واجب ہے جیسے جہ اسکی بحث عنقریب آئیگی پس حاصل کلام یہ ہے کہ ائمہ محققین کے کلام سے ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ معتزلہ کے قول کے بطلان کے لئے صریح ہے اور بعض احناف کے قول کے بطلان کے لئے بھی صریح ہے جو کہ نسبت ظلم اللہ کی طرف کرتے ہیں حالانکہ وہ رب الارباب ہے اور اس کے وقوع کی نفی کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالی کا وہ قول

ہے جس میں اللہ تعالی نصاری کی تردید فرمارہے ہیں تحقیق کفر کہا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ بیشک اللہ ہی مسیح بن مریم ہے (الایتہ) ان کی تردید کرتے ہوئے اللہ تعالی فرماتے ہیں اے محمد ﷺ کہہ دے اگر اللہ تعالی مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرنا چاہے تو کون انہیں چھڑانے کا مالک ہے اللہ تعالی کی سے (الایتہ) علامہ سلیمان الجمل حلالین کے حاشیہ پر رقم طراز ہیں اور عام کرنا ارادے کو تمام کے ہلاک کے لئے باوجودیکہ مقصود دو تو صرف مسیح پر ہی اقتصار کرنے سے حاصل تھا اس لئے ہے کہ مخاطب کو ڈرانے کے لئے اور کمال عجیب کو ظاہر کرنے کے لئے ہے اس کے بیان کے ساتھ کہ

-واظہار الکمال العجب ببیان ان الکل تحت قہرہ تعالی و تخصیص امہ بالذکر مع اندراجہا فی ضمن من فی الارض لزیادۃ تاکید عجز المسیح انتہی

وقال الامام الفخر الدین الرازی تحت قولہ تعالی فمن یملک من اللہ شیا ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا ہذہ جبلۃ شرطیۃ قدفیہا الجزاء علی الشرط والتقدیر ان ارادان یہلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعا فمن ذالذی یقدر ان یدفعہ عن مرادہ سجانہ وتعالی ومقدورہ وقولہ فمن یملک من اللہ شیا ای فمن یملک من افعال اللہ شیا والملک ہو القدرۃ والمعنی من ذالذی یقدر علی دفع شی من افعال اللہ تعالی ومنعہ عن مرادہ وتعالی وقولہ ومن فی الارض جمیعا یعنی ان عیسی علیہ السلام مشاکل لمن فی الارض فی الصورۃ والجسمیۃ والترکیب وتغییر الصفات والاحوال فلما سلمتم کونہ تعالی الواحد القاہر للکل مدبر الکل وجب ان یکون سجانہ وتعالی ایضا خالقا لعیسی علیہ السلام انتہی کلام الامام الامام الفخر الدین الرازی بلفظہ ففی ہذہ الایۃ الکریمۃ-

ہر چیز اس کے غلبہ میں ہے اور اس کی والدہ کے ذکر کی تخصیص کرنا مسیح کے عجز کی تاکید کے لئے ہے باوجودہ کہ وہ من لمن فی الارض میں داخل تھا، اور امام فخر الدین رازی اللہ تعالی کے قول، پس کون مالک ہے اللہ تعالی سے چھڑانے کا اگر وہ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دے کے تحت فرماتے ہیں، جملہ یہ شرطیہ ہے اس میں جزاء شرطیہ پر مقدم ہے اور تقدیر یہ ہے اگر ارادہ کرے کہ مسیح علیہ السلام اور اس کی والدہ اور تمام اہل ارض کو ہلاک کرے پس کون ہے وہ انسان جو دفع کرے اللہ کے ارادہ کو اور اس کی مقدور کو اور اللہ تعالی کا قول فَمَن يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا یعنی کون مالک ہے اللہ کے افعال میں سے کسی کا اور مالک کا معنی طاقت ہے اور معنی یہ ہے کون ہے جو اللہ کے افعال میں سے کسی کو فعل کو دفع کرنے اور اس کے مراد کو منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور اللہ تعالی کا قول اور جو کچھ بھی زمین میں ہے اللہ کی مراد یہ ہے عیسی علیہ السلام اہل ارض کے ہم مثل ہیں، صورت، جسمیت، ترکیب، اور صفات واحوال کے تغیر متبدل میں پس کیوں تم نے اس کو اللہ یکتا، غالب اور ہر چیز کا مدبر تسلیم کیا ہے ضروری ٹھہرا کہ اللہ تعالی عیسی علیہ السلام کا بھی خالق ہو ختم شد امام غزالی کا کلام انہی کے الفاظ ہیں،

وماقالہ العلامۃ سلیمان الجمل فی حاشیتہ علی الجلالین والامام الفخر الدین الرازی فی بیان معناہا من ان الکل تحت قہرہ حتی من ہو افضل خلقہ عیسی علیہ السلام وجمیع من فی الارض فکیف لایقدر علی فعل مایریدہ فیہم اجمعین من خیر اومن مسندلان الجمیع تحت قہرہ وفی قبضتہ وفی ملکہ وملکہ یتصرف فیہم کیف یشاء لایسأل عما یفعل ویفعل اللہ مایشاء فلا ظلم فیما یفعلہ سجانہ وتعالی من تعذیب المطیع واثابۃ العاصی ولکنہ لایفعل ذلک بہم فضلا واحسانا وجودا علی عبادہ لانہ لایقدر علی ذلک فعلم من ہذا انہ سجانہ وتعالی اوجد الاشیاء مرتبۃ ترتیبا بدیعا محکما لایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحول والتبدیل فی العلم لانہ لاتدوۃ لہ سجانہ وتعالی علی التحویل والتبدیل والالزم خروج بعض الممکنات عن حیز قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا وعلی کل حال فتطویل الکلام والبحث فی ہذہ المسالۃ والمناقشۃ مع انہا قضیۃ فرضیۃ لاوقوعیۃ بالاتفاق ثبت علی جوازہا فرضا لا وقوعا من

پس اس آیت کریمہ کی تشریح میں جو کچھ علامہ سلیمان الجمل نے جلالین کے حاشیہ پر اور علامہ رازی نے فرمایا ہے کہ بیشک ہر چیز اس کے غلبہ کے تحت ہے حتی کہ اس کی مخلوق کا اشرف فرد عیسی علیہ السلام بھی تابع ہے اور تمام اہل ارض مطیع ہیں پس وہ کیسے طاقت نہیں رکھتا ان تمام کے بارے میں خیر وشر کے ارادہ پر کیونکہ ہر چیز اکے تسلط، قبضہ اور ملک میں ہے اور اپنے ملک میں جیسے چاہے کرے اسکے کام کا اس سے سوال نہ کیا جائیگا اور اللہ جو چاہے کرے اس کا کام ظلم نہ ہوگا، خواہ وہ مطیع کو عذاب دے اور عاصی کو ثواب دینا ہی کیوں نہ ہو، اور لیکن وہ ان پر فضل احسان اور ان کے سخاوت کرنے کی غرض سے یہ کرے گا نہیں کہ وہ اس پر قادر نہیں ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی نے اشیاء کی ترتیب کو بڑا مضبوط و مستحکم ار عجیب بنایا ہے وہ اشیا ترتیب سے پھرے گا نہیں کیونکہ اس کے علم میں پھرنا اور تبدیل نہیں ہے نہ کہ اس لئے کہ وہ اس پر قادر نہیں تحول اور تبدیل پر، ورنہ بعض ممکنات کا اس کے قبضہ لئے قدرت سے خروج لازل آئیگا اور یہ عجز کی بات ہے اللہ تعالی عجز سے بہت بلند وبرتر ہے بہر حال یہ ایک فرضی قضیہ ہے اس کا وقوع نہ ہوگا اس لئے اس میں بحث کلام کو طول دینا اور مناقشہ کرنا درست نہیں (اس کے وقوع نہ ہونے پر علماء کا اتفاق ہے) اس فرضی طور پر جواز کتاب وسنت سے ملتا ہے وقوعی طور پر نہیں ملتا لیکن قرآن کی دلیل، حافظ ابن حجر فتح الباری میں

الکتاب والسنۃ اما الکتاب فقال الحافظ بن حجر فی فتح الباری ان اہل السنۃ تمسکو بقولہ تعالی لایسأل عما یفعل ویفعل اللہ مایشاء وامنا السنۃ فحدیث ابن الدیلمی الذی تقدم ذکرہ مع ماقالہ فیہ شراحہ وقال بمضمونہ المحدثون من اہل السنۃ کالمزری والمہلب والحافظ ابن حجر وابن عبدالبر وانتی بمضمونہ بعض اجلاء علماء الصحابۃ ابی بن کعب وحذیفۃ وابن مسعود وزید بن ثابت وعمران بن حصین رضی اللہ عنہ حیث سئلوا عن القدر ناجابوا بمضمونہ من انہ سجانہ وتعالی لو عذب اہل سمواتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولو رحمہم لکانت رحمتہ خیرا لہم من اعمالہم وثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم مسندا ولقدم ان الحافظ بن حجر قال فیہ ان فیہ حجۃ علی المرجئۃ والمجبرۃ ونقلہ الامام ابن تیمیۃ فی منہاج السنۃ وتلمیذہ بن القیم فی

فرماتے ہیں اہل سنت نے اللہ تعالی کے قول اور فعل کے متعلق کوئی بازپرس نہ ہوگی وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے (الایتہ) لیکن سنت کی دلیل، پس وہ حدیث ابن دیلمی کی ہے جس کا ذکر شارحین کی تشریح کے سمیت گزرچکا ہے اور اس کے مضمون کے مطابق محدثون نے فرمایا تھا جیسے کہ مازری مہلب حافظ ابن حجر ابن عبدالبر اور اسی کے مضمون کے مطابق صحابہ میں سے بعض جلیل القدر علماء نے فتوی دیا تھا، ابی بن کعب، حذیفۃ،

ابن مسعود، زید بن ثابت، عمران بن حصین (رضوان اللہ علیہم اجمعین) جب کہ ان سے سوال قدر کے متعلق کیا گیا، پس انہوں نے اسی مضمون کے ساتھ جواب دیا کہ بیشک اگر اللہ تعالی زمین وآسمان والوں کو عذاب دے تو وہ ان کو عذاب دے گا اس حال میں کہ وہ ظالم نہ ہوگا ان کے لئے اور اگر ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے ان کے لئے بہتر ہوگی اور یہ حدیث رسول کریم ﷺ سے مرفوع ثابت ہو چکی ہے اور یہ بھی گزرچکا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس حدیث کے متعلق فرمایا تھا بیشک اس میں دلیل مخالف ہے مرجئہ اور مجبرہ فرقہ پر اور اس حدیث کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنتہ اور ان کے شاگرد حافظ ابن قیم نے مفتاح دار السعادۃ اور التبسیان فی اقسام اللہ فی القرآن میں نقل کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے اسے حافظ ابن قیم سے پسند کرتے

مفتاح دار السعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ فی القران ونقلہ الحافظ بن حجر مرتضیا لہ عن ابن القیم کما تقدم فلوکان غیر قابل للاحتجاج لما قال فیہ ماقال وحینئذ فنسبۃ وقوع الظلم فی ذلک الی الباری سجانہ وتعالی مما تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربہم ومما یلیق نسبۃ الی الباری تعالی فالتسلیم لذلک والتفویض فیہ الی اللہ عزوجل ہو للائق بالسنی الذی یدعی انہ من اہل السنۃ فانہ سجانہ مالک الامر کلہ القادر القاہر فوق عبادہ کل العالمین تحت قہرہ وتصرفہ یفعل فیہم مایشاء لاراد لما قضاہ وارادہ وارتضاہ لایسأل عما یفعل ویفعل مایشاء وقال العلامۃ ابن رجب فی شرحہ علی الاربعین الحدیث للنووی عندایرادہ حدیث یا عبادی انی حرمت الظلم علی نفسی وجعلتہ فیکم محرما الحدیث یعنی انہ سجانہ وتعالی منع نفسہ عن الظلم لعبادہ کما قال وما انا بظلام للعبید وقال تعالی وما اللہ یرید ظلما للعالمین وقال

ہوئے نقل کیا ہے پس اگر یہ حدیث دلیل کے قابل نہ ہوتی تو یہ لوگ اس کے متعلق نہ کہتے جو انہوں نے کہا ہے اور اب ظلم کی نسبت اس کی طرف معاملہ میں اس سے اپنے پروردگار سے ڈرنے والے بندوں کے جسم کے رونگٹے

کھڑے ہوجاتے ہیں اوراس کی نسبت باری تعالی کی طرف حرام ہے پس اسے تسلیم کرلینا اوراس مسئلہ میں اللہ کی طرسونپ دینا ہی لائق ہے ایک سنی کے لئے جس کا یہ دعوی ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے کیونکہ اللہ تعالی ہر ایک امر کا مالک اپنے بندوں پر غالب وقادر ہے ساراجہان اس کے غلبہ وتصرت کے تحت ہے ان مین وہ جوچاہے کرے اس کے فیصلے ارادے اور پسندیدہ کام کو کوئی رد کر نیوالا نہیں اس سے اس کے کام کے متعلق سوال نہ ہوگا وہ جو چاہے کرتا ہے، اور علامہ ابن رجب حدیث کی کتاب اربعین نوویؒ کی شرح میں حدیث، اے میرے بندوں یبشک میں نے ظلم کواپنے نفس پر حرام کیا ہے اوراسے تم پر حرام ٹھہرا، (حدیث) وارد کرنے کے موقع پر فرماتے ہیں یعنی اللہ تعالی نے اپنے بندوں پر ظلم کرنے سے اپنے نفس کو روک لیا ہے جیسے ارشاد باری ہے اور نہیں ہوں میں بندوں پر ظلم کرنے والا اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور اللہ تعالی جہانوں پر ظلم کرنے کا ارادہ نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، یبشک اللہ تعالی رائی برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اور فرمایا اللہ تعالی نے، اور جو بھی مومن ہوکر نیک کام کرے گا پس نہیں

تعالی ان اللہ لایظلم مثقال ذرۃ وقال تعالی ومن یعمل من الصالحات وہو مومن فلایخاف ظلما ولاہضما فامضم ان ینقص من حسناتہ والظلم ان یعاقب بذنوب غیرہ ومثل ہذا کثیر القران وہو ممایدل علی ان اللہ قادر علی الظلم ولکن لایفعلہ جوداوکرما واحسانا الی عبادہ وقد فسر کثیر من اہل العلم الظلم بانہ وضع الاشیاء فی غیر موضعہا وامامن فسرہ بالتصرف ملک الغیر بغیر اذنہ وقد نقل نحوہ عن ایاس بن معاویۃ فانہم یقولون ان الظلم مستحیل علیہ سبحانہ وتعالی غیر متصور فی حقہ لان کل مایفعلہ فہو تصرف فی ملکہ وبنحوذلک اجاب ابوالاسود الدولی لعمران بن حصین حین سألہ عن القدر واخرج ابوداود وابن ماجۃ من حدیث ابی سنان عن وہب بن خالد الحمصی عن ابن الدیلمی انہ سمع ابی بن کعب رضی اللہ عنہ منکہ یقول ان اللہ لوعذب اہل سموتہ واہل ارضہ لعذبہم وہو غیر ظالم لہم ولورحمہم لکانت رحمتہ خیر الہم

ڈرے گا وہ ظلم ونقصان سے پس ہضم کی تعریف یہ ہے اسکی نیکیاں کم کردی جائیں اور ظلم یہ ہے کہ غیر کے گناہ کے جرام میں اسے سزادی جائے اور ایسی آیات قرآن میں بہت ہیں اور وہ آیات دلائل سے ہیں جوکہ دلالت کرتے ہیں کہ یبشک اللہ ظلم پر قادر ہے لیکن یہ فعل وہ کرم سخاوت اور اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے نہیں کرے گا اور تحقیق اکثر اہل علم نے ظلم کی تعریف کی ہے، چیز کا اس کے محل کے بغیر کسی دوسرے محل پر کرکھنا اور لیکن وہ انسان جس نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ غیر کے ملک میں اس کے اذن کے بغیر تصرف کرنا یہ تعریف الیاس بن معاویہ لوگوں سے منقول ہ ے پس وہ لوگ کہتے ہیں کہ یبشک ظلم اللہ پر محال ہے اسکے حق میں اس کا تصور ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ جو بھی کریگا پس وہ اپنے ملک میں تصرف ہوگا اور ابوالاسوددوی نے بھی عمران بن حصین کو بھی اسی طرح کا جواب دیا تھا جب کہ اس نے اس سے تقدیر کے متعلق دریافت کیا تھا اور امام ابوداود اور ابن ماجہ حدیث لائے ہیں ابی سنان راوی ہیں وہب بن خالد حمصی سے وہ ابن دیلمی سے کہ اس نے ابی بن کعب سے سنا وہ فرماتے تھے کہ یبشک اگر اللہ تعالی اپنے زمین وآسمان والوں کو عذاب تو وہ ان کو عذاب دے گا حالانکہ وہ ظالم نہ ہوگا اور ان پر رحمت کرے تو اس کی رحمت ان کے لئے ان کے اعمال سے اجرو

من اعمالہم وانہ اتی ابن مسعود نسالہ فقال لہ مثل ذلک ثم اتی زید بن ثابت فحدثہ عن النبی صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم بمثل ذلک وفی ہذا الحدث وہب بن خالد لیس بذاک المشہور بالعلم وقد یحمل علی انہ لوارادتعذ یبہم لقدر علیہم مایرید تعذ بہم بہ فیکون غیر ظالم حینئذ لکوتہ خلق افعالہم وفیہا الظلم ولایقتضی وصفہ سبحانہ وتعالی بالظلم کمالایوصف سائرالنتائج التی یفعلہا عبادہ وہی خلقہ وتقدیرہ فانہ لایوصف بانعال عبادہ فان افعال عبادہ من مخلوقاتہ ومفعولاتہ وہو لایوصف بشی منہا وانما یوصف بماقام بہ من صفاتہ وانعالہ انتہی کلام ابن رجب رحمہ اللہ تعالی بلفظہ ولکن قولہ فی اسناد حدیث بن الدیلمی وہب بن خالد الحمصی ولیس بالمشہور بالعلم فقال الحافظ بن حجر فی التقریب وہب بن خالد الحمیری ابو خالد ثقۃ من المالعۃ وقال فی الخلاصۃ وثقۃ ابن معین وابن ابی حاتم واخرج لہ ابو

افضل ہوگا اور ابن الدیلمی نے ابن مسعود سے جاکر پوچھا انہوں نے ویسے ہی کہا پھر وہ زید بن ثابت کے پاس گیا تو انہوں نے اس طرح رسول کریم ﷺ کی حدیث بیان کی اور اس حدیث میں وہب بن خالد راوی علم میں قدرے سے مشہور نہیں ہے اور اسے اس پر حمل کیا جائے گا اگر وہ ان کی تعذیب کا ارادہ کرے تو وہ اپنے ارادہ تعذیب پر قادر ہے پس وہ ظالم نہ ہوگا اس وقت واسطے اس کے بندوں کے افعال کا خالق ہونے کے لئے اور ان کے افعال میں سے ایک ظلم بھی ہے اور تمام کاموں کا خالق ہونا یہ اس کا تقاضا نہیں کرتا کہ ظلم اس کی صفت ہے، جیسے اور دوسرے کام جن کو اس کے بندے کرتے ہیں اور وہ کام اللہ کی قدرت میں ہیں اور اس کی مخلوق ہیں اس کی صفت نہیں ہیں کیونکہ اللہ تعالی صرف اپنے افعال سے متصف ہے اپنے بندوں کے افعال سے متصف نہیں ہے کیونکہ بندوں کے افعال تو اس کے مخلوق ومفعول ہیں اور وہ تو صرف ان صفات وافعال کے ساتھ موصوف ہے جن کے ساتھ وہ قائم ہے ابن رجب کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوا اور لیکن ابن رجب کا ابن الدیلمی والی حدیث، حدیث کے راوی وہب بن خالد حمصی کے متعلق کہنا کہ وہ علم کے ساتھ مشہور نہیں (اس نظر میں ہے) حافظ بن حجر تقریب میں فرماتے ہیں، وہب بن خالد حمیری ابو خالد ثقہ ہے ساتوں طبقہ کا انسان ہے اور (خلاصہ) میں فرماتے ہیں، اسے ابن حبان اور ابن ابی حاتم نے

داودوالترمذی وابن ماجہ وثقہ ابوداودوسعید بن سنان الکوفی البرجمی بضم الجیم بینہاراء ساکنۃ ابوسنان الکوفی الاصغر نزیل قذوین وثقۃ ابن معین وابن ابی حاتم کذافی الخلاصۃ وقد اجاب ابوالاسود الدیلمی حین سأل عمران بن حصین عن القدر کمافی صحیح مسلم - فقال اعمران بن حصین ارایت مایکدح الناس الیوم ویعملون ابشی قضی علیہم ومضی فیہم من قدر سبق اوفیما یستقبلون مما اتاہم بہ نبیہم وثبتت علیہم الحجۃ فقال بل شی قضی علیہم وفیہم فقال لہ عمران بن حصین افلایکون ظلما فقال ابوالاسود ففزعت من ذلک نزعا شدیدا فقلت کل شی خلق اللہ وملک یدہ لایسأل عمایفعل وہم یسألون قال ابوالاسود فقال لی عمران بن حصین یرحمک اللہ لم اردبما سألتک الاحرز عقلک ثم ذکر عمران بن حصین الحدیث فاقرار عمران بن حصین اباالاسود علی

ثقہ بتایا ہے اور اس حدیث کو امام ابوداود، ترمذی اور ابن ماجہ لائے ہیں اور ابوداود نے اسے ثقہ بتایا ہے اور سعید بن سنان کوفی برجمی (جواس روائیت ہے) جیم کے ضمہ کے ساتھ اور ضمہ باء کے ساتھ باء اور جیم کے مابین راء ساکنہ ہے یہ ابوسنان کوفی اصغر قزدوین میں کوچ کر آیا تھا اسے ابن معین اور ابن ابی حاتم نے ثقہ بتایا ہے خلاصہ میں بھی اسطرح ہے اور ابوالاسوددوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا تھا جب کہ اس سے دریافت کیا تھا جیسے کہ صیح مسلم شریف میں ہے عمران بن حصین نے کہا کہ آج کل لوگ کاموں میں کوشش کرتے ہیں اور دوسرے کام کرتے ہیں ان کے متعلق خبر دو اور حکم جاری ہوچکا ہے یا یہ وہ کام ہیں جو یہ کریں گے جو ان کے نبی علیہ الصلوۃ والسلام ان کے پاس لائے اور ان پر دلیل ثابت ہوگئی پس ابوالاسوددوی نے جواب دیا بلکہ یہ ان کاموں سے ہیں جن کا فیصلہ ہوچکا ہے اور جن کے متعلق گزرچکا ہے، عمران بن حصین نے کہا کیا یہ ظلم نہ ہوجائیگا ابوالاسوددوی کہتا ہے کہ میں اس بات سے سخت گھبرا گیا پس اسلئیے میں نے کہا ہر چیز اس کو مخلوق اور اس کا ملک ہے اس کے سوال سے نہ کیا جائیگا ان لوگوں کے کاموں سے سوال ہوگا ابوالاسود کہتا ہے مجھے عمران نے کہا میں نے تو صرف اپنے سوال سے تیری عقل کو آزمانے کا ارادہ کیا تھا پھر عمران بن حصین کا اقرار کرنا جب کہ اس نے وہ سنی جواس کی سمجھ میں آگئی کہ ہر چیز اللہ کی مخلوق اور اس کا

مافہم بقولہ کل شی خلق اللہ وملک یدہ لَایُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَہُمْ یُسْأَلُونَ فہذا الحدیث ایضا ممایقوی حدیث ابن الدیلمی علی فرض ضعفہ والافقد تبین لک مما ذکرنا من حال رجال اسنادہ انہ حدیث قابل للاحتجاج بہ کما قالہ الحافظ بن حجر کما تقدم وفی الحدیث رد علی المرجئۃ والقدریۃ وذکرہ ابن القیم کما تقدم فی مفتاح داراسعادۃ وفی التبیان فی اقسام اللہ عزوجل فی القران وعلی فرض ضعفہ فالحدیث الوارد فی القدر یزیدہ قوۃ لقومہ صلی اللہ علیہ وعلیہ وسلم وان تومن بالقدر خیرہ وشرہ المروی فی مسلم وغیرہ المروی فی مسلم وغیرہ والایات القرانیۃ کقولہ تعالی لَایُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَیَفْعَلُ اللہُ مَا یَشَاءُ کما اجاب ابوالاسود الدئلی لعمران بن حصین وقولہ تعالی ان اللہ علی کل شی قدیر فکل ماذکر ممایقوی حدیث بن الدئلی وقد تقدم انہ صرح بمضمونہ المزری والمہلب وابن عبدالبر والحافظ بن حجر دعاء عمران بن حصین

ملک ہے نہیں سوال ہوگا اس کے کام سے لیکن لوگوں سے ان کے اعمال کا سوال کیا جائیگا، پس یہ حدیث بھی ان دلائل سے ہیں جو ابن الدیلمی کی حدیث کو تقویت دیتے ہوئے اس کے رجال کے ضعف کو تسلیم کرتے ہوئے ورنہ جو ہم نے اس حدیث کے رجال کے متعلق بیان کیا ہے اس سے آپ کے لئے ظاہر ہوچکا ہے کہ یہ حدیث قابل حجت ہے جیسے کہ ابن حجر نے کہا ہے جیسے مذکور ہوچکا ہے کہ اس حدیث میں رد ہے المرجئہ اور قدریہ کا اور اسے ابن قیم

نے بھی ذکر کیا ہے جیسے کہ مفتاح دارالسعادۃ اور التبیان فی اقسام اللہ میں گزرچکا ہے اور اس حدیث کے ضعف کو تسلیم کرنے پر بھی پس وہ حدیث جو تقدیر کے متعلق مراد ہے اسے قوت زیادہ کرتی ہے فرمان رسول ﷺ اور یہ کہ اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، مسلم شریف میں آتی ہے اور دوسری احادیث اور آیات قرآنیہ بھی شاہد ہیں جیسے کہ اللہ تعالی کا قول، اس کے کام سے سوال نہیں کیا جائیگا وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے جیسے کہ ابوالاسوودوی نے عمران بن حصین کو جواب دیا اور اللہ تعالی کا فرمان بیشک اللہ ہر ایک چیز پر قادر ہے پس مذکورہ دلائل میں سے ہر ایک ابن الدیلمی والی حدیث کو تقویت پہنچاتا ہے اور یہ گزرچکا ہے کہ اسی حدیث کے مضمون کے ساتھ تصریح فرمائی ہے مازری مہلب ابن عبدالبر اور

لابی الاسود بقولہ رحمک اللہ حیث عرف صحۃ جوابہ فلو کان جواب ابی الاسود علی عمران بن حصین لما دعالہ والحصل ان حدیث ابن الدیلمی المروی فی سنن ابی داود ومسند الامام احمد وسنن ابن ماجہ حدیث قابل للاحتجاج بہ فان اقل درجاتہ حدیث حسن لغیرہ وہو مما یحتج بہ کما ہو مقرر فی علم مصطلح الحدیث وقد نظم معناہ الامام احمد بن رسلان شارح ابی داود فی سبع مجلدات وتلمیذہ الحافظ بن حجر رحمہ اللہ تعالی بقولہ-

قال شارح ہذہ المنظومۃ وہو العلامۃ المحقق عبدالروف المناری ای ولہ سبحانہ وتعالی عقاب من اطاعہ من عبادہ امومنین بفعل الماموارت ورفض المنہیات کما لہ ان یثیب من عصاہ وان یولی علیہ ای یوتیہ

حافظ ابن حجرؒ نے اور عمران بن حصین کا ابوالاسوودوی کے لیئے دعا کرنا جب کہ اس نے اس سے صحیح جواب پایا پس اگر ابوالاسود کا جواب عمران بن حصین کے خلاف ہوتا تو وہ اس کے لیئے دعا نہ کرتے اور حاصل کلام یہ ہے کہ ابن الدیلمی کی حدیث جو سنن ابی داود، مسند امام احمد اور سنن ابن ماجہ میں آتی ہے وہ قابل حجت حدیث ہے پس کم از کم اس کا درجہ حسن لغیرہ کا ہے اور وہ قابل حجت ہے جیسے کہ یہ قاعدہ علم اصطلاح حدیث میں ثابت ہے ابی داود کے شارح احمد بن رسلان اور ان کے شاگرد حافظ ابن حجرؒ نے اس حدیث کے معنی کو تقریبا سات کتابوں میں ان اشعار کے ساتھ نظم بنایا ہے

لہ عقاب من اطاعہ یثیب من عصاہ ویولی نعما

کذالہ ان یولم الاطفالا ووصفہ بالظالم استحالا

۔ اسے اپنے مطیع کو سزا دینے کا حق حاصل ہے جیسے کہ وہ اپنے عاصی کو ثواب اور نعمتوں کا والی بنا سکتا ہے : ۱

،۔ اسی طرح اس کا حق ہے کہ بچوں کو درد پہنچائے اور اسے ظالم کے ساتھ موصوف کرنا محال ہے : ۲

اس نظم کے شارح فرماتے ہیں اور وہ شارح علامہ محقق عبدالروف مناوی ہیں فرماتے ہیں یعنی اللہ سبحانہ تعالے کے لیئے ہے کہ اپنے بندوں میں سے مومن اور مطیع کو عذاب دے مامور کاموں کے کرنے سے اور منہی اشیاء سے رکنے سے اس نے اطاعت کی ہو جیسے کہ اسے حق ہے کہ اپنے عاصی

نعما کثیرۃ عظیمۃ لانہ ملکہ یتصرف فیہ کیف یشاء لکن لایقع منہ ذلک لاخبارہ سبحانہ وتعالی باثابۃ المطیع وتعذیب العاصی وقول المعتزلۃ الغرمز من التکلیف التعرض للثواب من اللہ عزوجل بدلیل قولہ تعالی ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ تجری من تحتہا الانہار والاضرار بدون استحقاق ولا منفعۃ ظلم ردبانہ لایعقل استحقاق النعیم من الدائم بجرد کلمۃ ولا العذاب الشدید بجرد شرب حدعۃ من خمر فالثواب انما ہو فضل اللہ عزوجل وقد وعد المطیع بالثواب فہو یفی بہ غیر وجوب علیہ لان الخلف فی الوعید لایعد نقصا بل کرما یتمدح بہ کما دل علیہ تولہ وکذالہ ان یولم الاطفالا ای والدواب من غیر جرم سابق ولا ثواب لاحق ومعنی کونہ انہ جائز عقلا خلانا للمعتزلۃ حیث لم یجوزوہ الا بعوض جرم

کو ثواب دے اور اسے نعمتوں کا والی بنائے یعنی اسے بے بہا نعمتیں دے کیونکہ وہ اس کا ملک ہے وہ اس میں کیسے چاہے تصرف کرے لیکن یہ کام اللہ سے واقع نہ ہوگا کیونکہ اس نے مطیع کو ثواب دینے اور عاصی کو عقاب دینے کی خبر دی ہے اور معتزلہ کا یہ قول کہ بندوں کو تکلیف دینی کاموں کی اس سے غرض اللہ تعالی کی طرف ثواب کے لیئے پیش کرنا ہے اللہ تعالی کے اس قول کیوجہ دلیل اور جو بھی اللہ ورسول ﷺ کی اطاعت کرے گا خدا تعالی اسے ان باغات میں داخل کریں گے جن کے تحت نہریں جاری ہیں اور تکلیف دینی بغیر مستحق اور نفع کے تو ظلم ہے، مردود ہے کیونکہ خالی ایک کلمہ شہادت کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ نعیم میں رہنا غیر معقول ہے اور اسطرح مجرد ایک گھونٹ شراب کا پینے کی وجہ سے عذاب شدید معقول ہے پس ثواب دینا محض اللہ کا فضل وکرم ہے اور تحقیق اس نے مطیع کو وعدہ دیا ہے پس وہ اپنے وعدہ کو پورا کریگا اس پر واجب نہیں ہے اور ڈاٹٹ میں وعدہ خلافی کرنا یہ تو کوئی نقص نہیں ہے بل اس کے ساتھ وہ ممدوح ہے جیسے کہ اس پر شاعر کا یہ قول : اور اس طرح سے اپنے بچوں کو درد پہنچانے کا حق حاصل ہے اور چارپاوں کو سوائے کی سابق جرم اور نہ ثواب لاحق کے بغیر اور اس کے ہونیکا معنی یہ ہے کہ عقلا یہ جائز ہے معتزلہ کے خلاف ہے جبکہ انہوں نے اسے جرم کے عوض کے بغیر جائز نہیں رکھا۔

ومن ثم ارہوا ان یقتص من بعض الحیوان لبعض وحسبک فی الرد علیہم مایشاہد من انواع البلایا بالاطفال والحیوان من الالام والذبح والعقر وغیرہا ولم یتقدم منہا جرم وقولہم انہ یحشرہا ویجازیہا امافی الموقف اوفی الجنۃ بان یدخلہا فی صورۃ حسنۃ یلتذ اہلہا برویتہا اوجنۃ تخصہا علی اختلاف بینہم فی ذلک ردبان ذلک لایوجبہ العقل وان جوزوہ ولم یردبہ السمع حتی یصلح مستندا للقطع بوقوعہ فلایجوز الجزم بہ وما ورد من الاقتصاص من القرناء للجماء لایمنعہ العقل لکن لایوجبہ لانہ خبر احاد وہو غیر مفید للقطع لان القطع ہو المعتبر فی العقائد- ولما کان ربما یتوہم من تعذیب المطیع وایلام من لاذنب لہ انہ ظلم صریح باستحالتہ علیہ سبحانہ وتعالی فقال ووصفہ بالظالم استحالا سمعا وعقلا اما السمع فمما لایحصی نحو قولہ تعالی ان اللہ

اور اسی وجہ سے انہوں نے بعض حیوان کا بدلہ بعض سے لے کر دینا واجب کیا ہے اور ان کی تردید کے لیئے تیرے لیئے یہی چیز کافی ہے کہ جنکا مشاہدہ کیا جاتا ہے بچوں اور حیوانات کو قسما قسم کی مصیبتوں سے درد ذبح کرنا اور کونچیں کاٹنا اور دوسری مصائب، اور حالانکہ ان سے کوئی پہلے جرم صادر نہیں ہوا اور معتزلہ کا یہ قول کہ اللہ تعالی ان کو اٹھائے گا اور ان کے کام کا بدلہ دے گا یا تو خدا کے سامنے کھڑے ہونے کیوقت یا جنت میں ان کو اچھی صورت میں جنت میں داخل کرنے کے ساتھ جن کو دیکھ کر ان کے ملک خوشی اور لذت محسوس کریں گے یا ان کے لیئے کوئی خاص جنت ہوگی یہ مسئلہ انہی کے آپس کے اختلاف کے لحاظ پر ہے اور اس کی تردید اس طرح کی گئی ہے کہ اس نے عقل جائز نہیں رکھتی۔ اگرچہ انہوں نے اسے جائز رکھا ہے اور پھر اس کو سنا بھی نہیں گیا تاکہ اس کے یقینی وقوع کے لیئے دلیل ثابت ہو پس اس لیئے اس کے ساتھ پختگی کرنی جائز نہیں اور جو احادیث بعض حیوانوں کے بدلہ سینگ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انہیں عقل منع نہیں کرتی لیکن اسے واجب بھی نہیں ٹھہراتی کیونکہ وہ خبر احاد ہیں اور خبر احاد یقین کے لیئے مفید نہیں ہے کیونکہ عقائد میں یقین ہی معتبرہ ہے، اور جب کہ بعض اوقات اللہ تعالی کے مطیع کو عقاب اور بے گناہ کو تکلیف دینے سے ظلم معلوم ہوتا ہے اس لیئے اس نے ظلم کا اللہ کے ساتھ محال ہونا کہہ دیا پس اس نے کہا کہ اللہ کی صفت ظالم محال ہے، کتاب سنت سے سننے اور عقل

لایظلم مثقال ذرۃ ان اللہ لایظلم الناس شیئا وما ربک بظلام للعبید یا عبادی انی حرمت الظلم علی واما عقلا فلان الظلم ارتکاب منہی- ولا یتصور

اللہ عزوجل لانہ تعالی مالک الامور کلہا یفعل مایشاء فلا ظلم فی التعذیب ولا ایلام فرضا ولانہ وضع الشی فی غیر محلہ وذلک مستحیل علی المحیط بکل شیء علما ومنہ عرف انہ سبحانہ وتعالی اوجد الاشیا مرتبۃ ترتیبا بدیعا لایتحول عن ذلک الترتیب لعدم التحویل والتبدیل العلم والتقدیر لانہ لاقدرۃ لہ علی التحویل والتبدیل والا لزم خروج بعض الممکنات عن حین قدرتہ وذلک عجز تعالی اللہ عن ذلک فثبت استحالۃ وصفہ سبحانہ وتعالی بالظلم وان افعالہ واقعۃ علی وفق الحکمۃ انتہی کلام العلامۃ

عبدالروف المنادی فی شرحہ علی منظومۃ بن رسلان فی العقائد والفقہ - وقال ابن ابی شریف الحنفی فیشرحہ المسمی بالمسایرۃ علی المسامرۃ لابن الہمام فی علم العقائد واعکم

کے لحاظ سے سننا توبشمار رہے جیسے کہ اللہ تعالی کا یہ قول یشک اللہ تعالی ایک رائی کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا یشک اللہ تعالی لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہیں کرتا اور تیرا پروردگار اپنے بندوں کے لئے ظالم نہیں ہے، اے میرے بندوں میں نے ظلم کواپنے نفس پر حرام کرلیا ہے (حدیث) اور لیکن عقلی لحاظ سے کیونکہ ظلم منہی کام کا ارتکاب ہے اور

اللہ عزوجل سے اسکا تصور بھی نہیں ہوسکتا کیوں کہ اللہ تعالی تمام امور کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پس عذاب اور دردفرضی طور پر تسلیم کرلینے میں کوئی ظلم نہیں اور اس لئے کہ ظلم چیز کواپنے محل کے غیر میں رکھنے کوکہتے ہیں اور یہ کام اس ذات کے لئے محال ہے جس نے ہر چیز کو علم کے لحاظ سے گھرا ہوا ہے اور اس سے معلوم ہوگیا کہ یشک اللہ تعالی نے اشیاء کو بڑی عمدہ ترکیب میں مرتب فرمایا ہے وہ اس ترتیب کو تبدیل نہ کرے گا اور نہ ہی پھرے گا کیوں کہ اس کے علم وقدرت میں تبدیل و تحویل غیر موجود ہے ورنہ بعض ممکنات کا اس کی قدرت کے احاطہ سے خروج لازم آئیگا اور یہ عاجزی ہے اللہ اس سے بلند وبرتر ہے پس ثابت ہوگیا کہ اللہ کی صفت ظلم لانا محال ہے اور اس کے افعال حکمت کے موافق واقع ہوتے ہیں علامہ عبدالروف مناوی کا کلام ابن رسلان کے فقہ وعقائد والی نظم کی شرح والی ختم ہوئی، اور ابن ابی شریف حنفی اپنی مسایرہ نامی کتاب جوکہ علامہ ابن الہمام کی کتاب مسامرہ عقائد کے علم میں شرح ہے اس میں فرماتے ہیں اور جانور کے جب احفاف نے محال سمجھا کہ اللہ تعالی تکلیف

ان الحنفیۃ لما استحالو علی اللہ عزوجل تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ لتعذیب المطیع الذی استغرق عمرہ فی الطاعۃ حال کونہ مخالفا لہوی نفسہ فی رضا مولاہ وسببہ امنع ای فالحنفیۃ لتعذیب المطیع المومن المذکور ای انہ اولی بالمنع من تکلیف مالایطاق فہم ای الحنفیۃ مخالفون للاشاعرۃ فی ذلک القائلین بان لہ سبحانہ وتعالی علی مامر تقریرۃ قال اللہ تعالی لایسال عما یفعل ثم منع الحنفیۃ ذلک بمعنی انہ لایجب علیہ ترکہ کما تقول المعتزلۃ بل بمعنی انہ سبحانہ وتعالی یتعالی عن ذلک لانہ غیر لائق بہ فہو من باب التنزیہات اذالتسویۃ المسی والمحسن امر حسب الذین اجترحوالسیات ان تجعلہم کالذین امنواو عملوا الصلحت سواء محیاہم ومماتہم فجعلہ تعالی ای جعل حکیمہم بانہم کالذین امنواو عملوا الصلحت فی استواء حیاتہم فی البہجۃ والکرامۃ حکما سیاًای قبیحا وہذاالذی ذکرہ المصنف فی التجویزای تجویزالوقوع

مالایطاق دے پس اس لئے وہ احناف اشاعرہ کے مخالف ہیں جوکہ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تعالی مطیع کو عقاب اور عاصی کو ثواب دے سکتا ہے اور یہ اس کا ظلم نہ ہوگا کیوں کہ اللہ تعالی سے ظلم کا صدور محال ہے جیسے کہ ان کی تقریر ہوچکی ہے مثلا اللہ تعالی کا قول نہیں سوال کیا جائیگا اس کے کام سے پھر احناف نے اس معنی کو منع کیا ہے کہ اللہ پر اس کا ترک واجب ہے جیسے کہ معتزلہ نے کہا ہے، بلکہ یہ کام اسے لائق نہیں پس یہ تنزدیہات کے قبیل سے ہے کیونکہ برے اور خود اللہ تعالی نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے کہ یہ قبیح ہے جہاں کے اللہ نے فرمایا ہے کیا خیال کرتے ہیں وہ لوگ جنھوں نے برے اعمال کئے کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کی طرح کردیں کہ ان کا مرنا اور جینا برابر ہوجائے جو یہ فیصلہ کرتے ہیں وہ بہت برا ہے پس اللہ تعالی نے ان کے حکم کہ مومنوں اور نیک اعمال والوں کے ساتھ بھجت اور بزرگی میں برابر ہوجائیں، کو برا حکم ٹھہرایا ہے یعنی قبیح حکم اور یہ جو مصنف مسامرہ (ابن ہمام) نے اللہ کا محسن کو عذاب دینے کو جواز کا ذکر کیا ہے یا تو عقلی طور پر ہے، اور نہ جائز کرنا ذکر فرمایا ہے اور یا پھر وقوع اس کا یعنی اس کا وقوع اللہ تعالی سے پس اس کا نہ ہونا یقینی ہے اتفاقا، فرق صرف اتنا ہے کہ اشاعرہ کے ہاں تو اس کا وقوع اللہ تعالی کے وعدہ کے خلاف ہے کیوں کہ اللہ تعالی اپنی

ای وقوع ذلک منہ فمقطوع بعدمہ منہ سبحانہ وتعالی وفاقا غیرانہ عندالاشاعرۃ للوعد بخلافہ فانہ سبحانہ وتعالی وعد فی الکتب المعتزلۃ وعلی السن رسلہ باثابۃ المطیع ای ووعدہ حق لاخلف فیہ وعند الحنفیۃ لذلک الوعد والقبح خلافہ ای خلاف الموعود من الاثابۃ وقد تقدم ان محل الاتفاق فی الحسن والقبح العقلیین ای ادراک العقل قبح الفعل ای صفۃ النقص وحسنہ بمعنی صفۃ بمعنی صفۃ الکمال وکثیر امایذہل اکابرالاشاعرۃ عن ذلک النزاع فی مسالتی التحسین والتقبیح لکثرۃ مافی النفسہم -انہ لاحکم للعقل بقبح ولاحسن فذہب لذلک عن خاطرہم محل الاتفاق وہوالحسن بمعنی صفۃ الکمال والقبح بمعنی النقص انتہی کلام ابن ابی شریف فی المسایرہ مع شرحہ المسمی بالمسایرۃ

لکن قول الحنفیۃ لانہ خلاف الموعود یعنی لانہ وعد سبحانہ وتعالی اہل طاعتہ بالثواب واہل المعاصی بالعقاب فوعدہ تعالی صدق لاخلف فیہ فہذاالقول من الحنفیۃ صحیح من ان وعدہ

منزل کتابوں اور رسولوں کی زبانوں سے وعدہ فرمایا کہ وہ مطیع کو ثواب دے گا اور اللہ کا وعدہ حق ہے اس میں خلاف نہیں ہے اور حناف کے ہاں وعدہ خلافی کے لئے وقوع معدوم ہے اور اللہ کے برابری کو قبح سمجھنے کے لئے کیونکہ وعدہ تو ثواب کا دیا گیا ہے اور تحقیق گزرچکا ہے کہ عقلی حسن وقبح کا محل اتفاق، یعنی عقل کا فعل کے نقص کو پالینا یعنی اس کے نقص کو پالینا مراد ہے اور اس فعل کے حسن کو پالینا اس مراد اس کی صفت کمال کو پالینا ہے اور اکثر دفعہ بڑے بڑے اشاعرہ تحسین و تقبیح کے جھگڑے میں غفلت سے کام لیا ہے کیونکہ ان کے نفوس میں عام طور پر یہ چیز ہے کہ عقل کو اشیاء کے حسن وقبیح میں کوئی حکم نہیں پس اس وجہ سے ان کے دلوں سے محل اتفاق نکل گیا اور وہ ہے جن صفت کمال کے معنی میں ہے اور قبح نقص کے معنی علامہ ابن ابی شریف کا کلام علامہ ابن ہمام کی کتاب مسامرہ کی شرح مسابرہ میں ختم ہوگیا، لیکن حنفیہ کا یہ کہنا کہ ظلم کا وقوع معدوم ہے کیونکہ یہ موعود کے خلاف ہے یعنی اللہ تعالی نے مطیع کے ثواب اور عاصی کے عقاب کا وعدہ فرمایا ہے پس اللہ کا وعدہ سچا ہے اس میں خلاف نہیں ہے پس یہ احناف کا قول بالکل صیح کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

تعالی صدق لاخلف فیہ لکن لیس تمام ذلک بواجب علیہ تعالی بل بمحض الفضل والکرم لابمعنی الوجوب کما تقولہ المعتزلۃ لانہ لایجب علیہ لاحد شی فلوعذب جمیع عبادہ الطائعین وانعم علی العاصین فعدل منہ ولایوصف بالظلم بذلک لان الجمیع ملک یدہ وتحت قہرہ بفعل فیہم مایشاء لایسال عما یفعل ولکنہ قداخبرانہ لایفعل ذلک فضلا منہ واحسانا الی عبادہ المومنین لاان ذلک واجب علیہ سبحانہ وتعالی کما تقولہ المعتزلۃ اذلایجب لاحد علیہ شی فالنجاۃ من العذاب والفوز بالجنۃ انماہو رحمۃ اللہ عزوجل لابالاعمال واما قولہ فذہب عن خاطرالاشاعرۃ محل الاتفاق وہوالحسن والقبح بمعنی صفۃ بمعنی صفۃ الکمال وصفۃ النقص فالجواب ان الاشاعرۃ لایمیلون الی ہذہ القاعدۃ وکذاالمحققون من الحنفیۃ وانما یمیل الیہا من الحنفیۃ من وافق رایہ رای المعتزلۃ قال العلامۃ العینی فی شرحہ علی البخاری فی باب قول اللہ عزوجل ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین حیث ذکر

اس میں خلاف نہیں، بلکہ محض اس کے فضل وکرم کے ساتھ ہے نہ کہ وجواب کے معنی کے لئے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کے لئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس اگر وہ اپنے تمام مطیع وفرمان بردار بندوں کو عذاب کرے اور عاصیوں پر انعام کرے پس یہ اس کا عدل ہوگا اور وہ ظلم کے ساتھ موصوف نہ ہوگا اس وجہ سے کیونکہ ہر ایک چیز اس کے دست قدرت کا ملک اور اس کے تسلط میں ہے ان میں جو چاہے کرے لیکن اس نے خود ضروری ہے کہ وہ ایسے کرے گا نہیں اپنے مومن بندوں پر فضل اور احسان کرتے ہوئے نہ یہ کہ اس پر واجب ہے جیسے کہ معتزلہ کا کہنا ہے کیونکہ اس پر کسی کے لئے کوئی شئ واجب نہیں ہے پس عذاب سے نجاۃ اور جنت سے کامیابی پانا صرف اللہ کے فضل کیوجہ سے ہے نہ کہ اعمال کیوجہ اور لیکن ابن ابی شریف کا کہنا، کہ اشاعرہ کے دل سے محل اتفاق چلا گیا ہے یعنی حسن وقبح صفت کمال اور نقص کے ساتھ پس اس کا جواب یہ ہے کہ اشاعرہ اس قاعدے کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے، اور اسطرح احناف سے محقق علماء بھی نہیں مائل ہوتے، اور حنفیہ سے تو صرف وہی لوگ اس قاعدے کی طرف مائل ہوتے ہیں جو معتزلہ کہ موافق ہوتے ہیں علامہ عینی اپنی بخاری شریف کی شرح میں فرماتے ہیں اللہ کے قول اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ والے باب میں جہاں کے امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے

البخاری حدیث واما النار فان اللہ ینشئ لہا من یشاء الی یخلق لہا ویو جرلہا

وقال القابسی المعروف فی ہذا الحدیث ان اللہ ینشئ للجنۃ واما النار فیضع فیہا قدمہ قال ولااعلم فی شئ من الاحادیث ینشئ للنار خلقا کما فی مسلم وقیل ہذا وہم من الرادی اذتعذیب غیرالواصی مخالب لکرم اللہ عزوجل بخلاف الانعام علی

المطیع قال الکرمانی ولا محذورفی تعذیب اللہ عزوجل من لا ذنب لہ اذالقاعدۃ القابلۃ بالحسن والقبح المقلیین باطلۃ فلوعذب اللہ المطیع لکان عدلاوالانشاء للجنۃ لاینامی الایشاء للناروالله یفعل مایشاء فلاحاجۃالی الحمل علی الوہم انتہی کلام العینی -بلفظہ

وقال العلامۃ المحقق علی القاری فی شرح المشکوۃ کما تقدم فی الحدیث ارشاد عظیم لاذالۃ ماطلب منہ لانہ یہدم قاعدۃ الحسن والقبح العقلیتین انتہی- ویمثل ذلک ذکرابوالحسن السندی فی حاشیتہ علی سنن ابن ماجہ کما تقدم فی شرحہ حدیث ابن الدیلمی السابق صریح ایضاء اللہ اعلم وحدیث

اورلیکن آگ پس اللہ تعالی اس کےلئے جن کوچاہتا ہے پیداکردیتا ہے یعنی اس کےلئے ان کوموجودکردیتا ہے (حدیث) فرماتے ہیں، کہ کہا قابسی نے کہ مشہورتواس حدیث میں یہی ہے کہ بیشک اللہ تعالی پیداکرے گا جنت کےلئے اورلیکن آگ اس میں اللہ تعالی اپنا قدم مبارک رکھیں گے وہ فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ آگ کےلئے مخلوق کوپیداکیاگیا ہوجیسے کہ مسلم شریف میں ہے اورکہا گیا ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے کیونکہ مطیع کوعذاب دینا اللہ عزوجل کے کرم کے منافی ہے بخلاف انعام کرنے کے مطیع پر کرمانی کہتا ہے اللہ تعالی کے بیگناہ کوعذاب دینے میں کوئی ڈرنہیں کیونکہ حسن وقبح عقلی کوقبول کرنیوالا باطل ہے پس اگر اللہ تعالی مطیع کوعذاب دے توانصاف ہوگا اورجنت کےلئے پیداکرنا آگ کےلئے پیداکرنے کے مخالف نہیں ہے اوراللہ جوچاہتا ہے کرتا ہے پس اسے راوی کے وہم پر حمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں علامہ کا کلام انہی کے الفاظ میں ختم ہوااورعلامہ محقق ملاعلی قاری مشکوۃ کی شرح میں فرماتے ہیں، جیسے گزرچکا ہے کہ حدیث میں اس کے مطلوب کےلئے بڑی راہنمائی ہے کیونکہ یہ عقلی حسن وقبح کے قاعدہ کومنہدم کردیتا ہے (ختم ہوا کلام) اوراس طرح علامہ ابوالحسن سندھی نے ابن ماجہ کے حاشیہ پر فرمایا ہے جیسے ددیلمی کی حدیث گزشتہ کی تشریح بھی صریح گزرچکا ہے اوراللہ زیادہ

ابن الدیلمی السابق مریح فی انہ لایجب لاحد من العباد علی اللہ شئی وکذلک الحدیث الواردفی القدروفیہ وان تومن بالقدرخیرہ وشرہ من اللہ ایضا فقدانتی بمضمون حدیث ابن الدیلمی ابی بن کعب حذیفۃ و

عبداللہ بن مسعودوعمران بن حصین وصرح برفعہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ولم نقف ان احدامن الصحابۃ خالفہم فی ذلک وقدقال الحافظ بن حجرفی فتح الباری کتاب الاعتصام فیتبع فی النوازل الکتاب ثم السنۃ فاذالم یوجدفماقالہ الصحابۃ رضی اللہ عنہم اذہم بکتاب اللہ اعلم ونزل بلسانہم وقدوجد بحمداللہ فی ہذہ المسالۃ ماقالہ بعض الصحابۃ فلوکان لہم فی ذلک مخالف لنقل والاصل عدمہ فما افتی بہ الذکورون من الصحابۃ واعتقدوہ وارتضوہ لانفسہم ہولالائق بالاعتقادوعدم الالتفات الی ماسواہ والایات القرانیۃ والاحادیث النبویۃ

عالم ہے اورابن الدیلمی کی سابقہ حدیث اس معاملہ میں صریح ہے کہ بیشک بندوں میں سے کسی ایک کےلئے اللہ پر حق واجب نہیں ہے اوراس طرح تقدیر والی حدیث ہے اوراس حدیث میں بھی ہے کہ توبری اوربھلی تقدیر پر ایمان لائے اورابن الدیلمی کی حدیث کے مضمون کے ساتھ ابی بن کعب ۔ حذیفہ عبداللہ بن مسعوداورعمران بن حصین نے بھی فتوی دیا ہے اورحضرت زید بن ثابتؓ نے اس کے مرفوع ہونے کے ساتھ تصریح فرمائی ہے اورپتہ نہیں چلاکہ ان کی صحابہؓ سے کسی نے مخالفت کی ہواورتحقیق الحافظ بن حجر بھی فتح الباری کتاب الاعتصام میں فرماتے ہیں کہ پس اتباع کرے انسان کتاب اللہ کی پھرسنت رسول اللہ ﷺ کی پس جب یہ دونوں معدوم ہوں پس صحابہ کے اقوال (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کیوں کے وہ کتاب اللہ کوزیادہ جانتے ہیں اورانہی کی زبان میں اترا ہے، اورالحمداللہ اس مسئلہ میں صحابہ کے اقوال پائےگئے ہیں، پس اگران کا کوئی اس معاملہ میں مخالف ہوتا توضرورمنقول ہوتا، اوراصل معدوم ہی ہے پس جومذکورصحابہؓ نے فتوی دیا ہے اورجس کے معتقد ہیں اوراپنےلئے جس کوپسند کیا ہے وہ اعتقاد کے لائق ہے اوراس کے علاوہ کسی چیز کی طرف التفات نہ کرنا اورقرآنی آیات اوراحادیث نبویؑ صریح ہیں کہ اللہ عزوجل کی مشیت اپنے تمام ارادوں میں ہے

-المصرحۃ بان المشیۃ للہ عزوجل فی جمع مایرید تویدحدیث ابن الدیلمی وتقویۃ علی فرض عدم صلاحیۃ للاحتجاج والافقد تقدم انہ قابل للاحتجاج بہ واللہ عزوجل اعلم

واما قول بعضہم ان اہل السنۃ فرقتان فغیرخائف ان اہل السنۃ ہم المتمسکون بما صح فی کتاب اللہ عزوجل وسنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم وماجاء عن الصحابۃ رضی اللہ عنہم ولاالتفات الی ماخالف ذلک- وان حل قدرہ فانہ لیس لہم فی ذلک الامفاہیم فہولیست بحجۃ فی مقابلۃ النص الصریح فی القران والحدیث بان المشیۃ للہ عزوجل فی جمع مایریدہ فالواجب علی من یزعم انہ من اہل السنۃ العمل بما صح فی کتاب اللہ وسنۃ رسول صلی اللہ علیہ وسلم والقیام بمایجب للہ عزوجل وانہ یفعل مایشاء لانہ مالک الامرعلی الاطلاق بیدہ الملک لامانع لما اعطی ولامعطی لما منع ولا

ابن الدیلمی کی حدیث کی تائید کرتی ہے اوراس کوتقویت پہنچاتی ہیں اگر بالفرض اس حدیث کوقابل احتجاج تسلیم کریں ورنہ گزرچکا ہے کہ یہ قابل احتجاج ہے اوراللہ عزوجل زیادہ عالم ہے، اورلیکن بعض کا قول کے اہل سنت کے دو فرقے ہیں پس یہ چیز ڈرانے والی نہیں ہے بیشک اہل سنت ہی صیح کتاب اللہ اورحدیث رسول ﷺ اوراقوال صحابہؓ کومضبوط پکڑتے ہیں اورجواس کے مخالف ہیں اس کی طرف التفات نہیں ہے اگرچہ اس کی قدرت کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوکیونکہ ان کےلئے چند مفاہیم کے علاوہ کچھ نہیں ہے انہوں نے انہیں سمجھا ہے وہ نص صریح کے مقابلہ میں دلیل نہیں ہے جوقرآن وحدیث میں ہے کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہرارادہ والے کام میں ہے پس ہر وہ انسان جوگمان کرتا ہے کہ وہ اہل سنت سے ہے اس پرواجب ہے عمل کرنا کتاب اللہ اورسنت رسول اللہ سے صیح ہواورعمل کرنا اس پرجسے اللہ تعالی واجب کرے اوربیشک اللہ تعالی جوچاہے کرتا ہے کیونکہ وہ مطلق طورپر تمام امورکا مالک ہے اس کی عطا کوکوئی روکنے والا نہیں اوراس کی منع کردہ کوکوئی دے نہیں سکتا اورکسی کے بندےلئے اس پرکوشئ واجب نہیں ہے بلکہ وہی کام کرنیوالا، مختارکل، اورجوارادہ کرے اس پر کام کرنیوالا اورجواس کے خلاف کہتا ہے اس کی طرف کوئی التقاف نہیں ہے اورنہ ہی

شئی یجب علیہ لاحد من عبادہ بل ہوالفاعل المختارالفعال لمایریدوعدم الالتفات الی من یقول بخلاف ذلک ولاالی من یقول بقاعدۃ الحسن والقبح العقلیین فانہا کما تقدم قاعدۃ باطلۃ لادلیل علیہا من الکتاب والسنۃ وقدغرق فی بحرہا من قال بہا وارتضاہا فانہا لیست من دلائل الشرع بل الدلیل ماوردبہ السمع من الکتاب والسنۃ فایاک ایہا الاخ الصادق والخوض فی ہذہ لامسالۃ علیک بکف لسانک وقلبک فیہا فانہا لیست من المسائل الضروریۃ التی علیہا المعول وعلیک بالتمسک لظاہر الکتاب والسنۃ من الدلالۃ علی ان المشیۃ للہ عزوجل فی جمیع مایرید لَا یُسْأَلُ عَمَّا یَفْعَلُ مایشاء دعواکل قول بعدقول الہنا- فماامن فی دینہ بخاطرواسال اللہ ان یوفقنا لمایحبہ ویرضاہ وان یسلک بالجمیع طریق النجاۃ والحمدللہ رب العالمین -وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم وصلی اللہ علی خیرخلقہ سیدنا محمدخاتم الانبیاء والمرسلین وعلی الہ صحبہ اجمعین- والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین امین

اس کی طرف التفات ہے جوعقلی حسن وقبح کوتسلیم کرتا ہے کیونکہ یہ قاعدہ جیسے مذکورہ باطل ہے کتاب وسنت سے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اورجس نے اس قاعدہ کا اعتقادرکھا وہ اس کے سمندرمیں غرق ہوگیا اورجس نے اسے پسند فرمایا کیونکہ یہ دلائل شرعیہ سے نہیں ہے بلکہ دلیل وہی ہے جوکتاب وسنت سے سنی گئی ہوپس اے سچے بھائی اس سے بچتے رہنا اوراس میں داخل ہونے سے بچنا اورزبان وقلم کواس میں کلام کرنے اورلکھنے سے پکڑے رکھنا کیونکہ یہ کوئی مسائل ضروریہ سے نہیں ہے جن پراعتبارہوسکے اورظاہرکتاب وسنت جس پردلالت کرتے ہیں اسے لازم پکڑو، کہ بیشک اللہ کی مشیت اس کے ہراس کام میں ہے جس کا ارادہ کرے اس کے کام سے سوال نہ ہوگا اور جوچاہے کرے

شعر: ا۔ ہمارے معبود کے قول کے سواہرقول کوچھوڑدوپس اللہ کے دین میں خطرے کی جگہ میں رہ کرکوئی ایمان نہیں لایا اورمیں اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمیں اپنی محبوب وپسندیدہ توفیق دے اورتمام کوطریق النجاۃ پرچلائے اور

سب تعریفیں پروردگارِ جہان کے لئے ہیں اور ہمیں کافی ہے اور بڑا اچھا کارساز ہے اللہ بڑے اور بلند کے بغیر طاقت نہیں ہے اور اللہ تعالی مخلوق سے بہتر خاتم الانبیاء والمرسل محمد ﷺ ان کے تما صحابہؓ وال اور احسان کے ساتھ قیامت تک ان کے تابعداروں پر رحمت کرے اللہ قبول کر

[فتاویٰ علمائے حدیث]

جلد 10 ص 146-193

محدث فتویٰ